s\Administrator\Desktop\Ma
not found.

کے زیر اہتمام مرتب شدہ تحقیقی رسائل

۱۱

اسلام اور ماحولیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور ماحولیات

”جس میں فضائی، صوتی اور آبی آلودگی سے ماحول کو بچانے اور ماحول کو صاف، ستھرا اور صحت بخش رکھنے کے سلسلے میں قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اسلامی تعلیمات وہدایات کو واضح کیا گیا ہے“

محمد جہانگیر حیدر قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

باہتمام: ings\Administrator\Desktop\Mahad not found.

ناشر: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور (یوپی)

طبع اول ۱۴۲۹ھ — ۲۰۰۸ء

کتاب	اسلام اور ماحولیات
مؤلف	محمد جہانگیر حیدر قاسمی
صفحات	۲۰۴
کمپیوٹر کتابت	محمد نصیر عالم سبیلی (''العالم'' اُردو کمپیوٹر سنٹر، حیدرآباد)
	بیت العلم 36-2 بارکس، کوتہ پیٹ حیدرآباد، فون: 0-9959897621
سن اشاعت	۲۰۰۸ء
قیمت	

باہتمام

ings\Administrator\Desktop\Mahac
not found.

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور (یوپی)

ملنے کے پتے

- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)
- المعہد العالی الاسلامی، تعلیم آباد قبا کالونی، شاہین نگر، حیدرآباد
- دکن ٹریڈرس، مغلپورہ، پانی کی ٹنکی، حیدرآباد
- ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، حیدرآباد

فہرست مضامین

دوسرا باب: آلودگی اور اسلامی تعلیمات

تیسرا باب: آبی آلودگی کا مسئلہ

چوتھا باب: فضائی آلودگی — مسئلہ اور حل

پانچواں باب: صوتی آلودگی — نوعیت مسئلہ اور اسلامی تعلیمات

چھٹا باب: تحفظ ماحولیات اور نباتات وحیوانات

☆ ☆ ☆ ☆

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی جو بے شمار نعمتیں انسان کو حاصل ہیں، ان میں ایک اہم ترین نعمت اس کے گرد پھیلے ہوئے ماحول کا اس کے موافق ہونا بھی ہے، کائنات میں انسان جن چیزوں کو استعمال کرتا ہے یا تو اس سے آلودگی پیدا نہیں ہوتی اور اگر پیدا ہوتی ہے تو اسی دنیا میں اس سے حفاظت کا سامان بھی رکھ دیا گیا ہے، انسان کے قدموں میں جو زمین بچھی ہوئی ہے، اس میں آلودگی کو جذب کرنے کی بے پناہ صلاحیت چھپی ہوئی ہے، ہر دن ہزاروں انسان زمین میں دفن کئے جاتے ہیں اور کتنی ہی تعداد یہاں وہاں سطح زمین پر ڈھیر ہو جاتی ہے، اگر زمین میں ان کو تحلیل کرنے کی صلاحیت موجود نہ ہوتی تو انسان کے لئے روئے ارض پر بسنا دشوار ہو جاتا، کہاں کہاں سے گندے اور غلاظت آمیز آلودہ پانی اور سیال فضلات ندیوں اور نالوں کے ذریعہ سمندر تک پہنچتے ہیں، اگر یہ آلودگیاں کسی ایک جگہ جمع ہو جاتیں تو بات انسانیت کے لئے کس قدر تباہ کن ہوتی؛ لیکن کھارے پانی کے بہتے ہوئے سمندر کی وسیع الظرفی کی داد دیجئے کہ انسانی آلودگیوں کو وہ اپنے سینے میں جذب کر لیتا ہے، یہ ہرے بھرے درخت، جن کو ہم بے دردی سے کاٹتے رہتے ہیں، آلودہ گیسوں کو جذب کرنے میں شب و روز لگے ہوئے ہیں۔

قدرت نے اگر کچھ ایسی چیزیں پیدا کیں، جن کے استعمال سے آلودگی جنم لیتی ہے تو ایسے قدرتی وسائل بھی پیدا کئے، جو ان آلودگیوں کو ہضم کر جاتے ہیں، اس طرح انسان کا گرد و پیش اس کی صحت کے لئے موافق رہتا ہے؛ مگر جب سائنس نے قدم آگے بڑھایا،

صنعتی ترقی نے انگڑائی لی اور مشینیں ایجاد ہوئیں تو جہاں ایک طرف اشیاء کی پیداوار بڑھی اور راحت وآسائش کے اسباب وجود میں آئے، وہیں دوسری طرف ان صنعتوں سے خارج ہونے والے فضلات نے فضائی، آبی اور صوتی آلودگی کو جنم دیا اور اس آلودگی کی مقدار اتنی بڑھ گئی کہ قدرتی وسائل ان کے لئے کافی نہیں ہوسکے، سائنس نے جہاں صنعت وحرفت کے راز بتائے، وہیں ان صنعتوں سے پیدا ہونے والی آلودگیوں کا علاج بھی بتایا اور اگر ترقی یافتہ صنعتی ممالک ان دونوں کو ساتھ لے کر چلتے تو وہ ماحولیاتی عدم توازن پیدا نہیں ہوتا، جو نہایت ہی خطرناک اور بھیانک شکل میں آج انسانیت کے سامنے ہے؛ بلکہ اس کے بجائے کم سے کم اخراجات میں زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے اور نفع کمانے کے لئے ماحولیاتی آلوگی کو نظر انداز کردیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج قطب شمالی میں برف کے پہاڑ کٹتے جارہے ہیں اور فضا میں اوزون گیس کی چادر ہٹتی اور پتلی ہوتی جارہی ہے۔

اسلام نے ماحولیات کے تحفظ کے لئے ایک پورا نظام دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم بہتی ہوئی نہر کے پاس ہو، تب بھی پانی میں پیشاب نہ کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ کو گندی چیزوں سے بچانے کا حکم دیا، قضائے حاجت کے لئے آبادی سے باہر نکلنے کو پسند فرمایا، بلاضرورت لکڑیاں کاٹنے کو منع کیا، شور وشغب کی مذمت فرمائی، یہاں تک کہ تلاوت قرآن مجید کی آواز کو معتدل رکھنے کا حکم دیا گیا اور اُصولی ہدایت دی گئی کہ تمہارے کسی عمل سے دوسروں کو نقصان نہیں پہنچے، غرض کہ فضائی، آبی اور صوتی ہر طرح کی آلودگی کے سد باب کی آپ نے کوشش فرمائی۔

اس وقت ماحولیات کا مسئلہ ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے اور ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کو نمایاں کیا جائے، اس سے انسانیت کو روشنی ملے گی اور یہ شریعت اسلامی کی ابدیت اور آفاقیت کی دلیل بھی ہے، چنانچہ مولوی محمد جہانگیر حیدر قاسمی سلمہ جب معہد میں تخصص فی الفقہ سال دوم (۱۴۲۲ھ) میں داخل ہوئے تو راقم الحروف نے ان کے سندی مقالہ کے لئے اسی عنوان کا انتخاب کیا، اس مقالہ میں انھوں نے کائنات

کے فطری نظام میں تحفظ ماحولیات کے پہلو کو بھی اُجاگر کیا ہے، نیز اس بارے میں اسلام کی اُصولی تعلیمات بھی ذکر کی ہیں، اس کے علاوہ آبی آلوگی، فضائی آلودگی، صوتی آلودگی اور ماحولیات کے تحفظ میں نباتات وحیوانات کی اہمیت وغیرہ، تمام ضروری اور اہم پہلو پر گفتگو کی ہے، نیز ضمناً ترقی یافتہ ممالک کی جانب سے ماحولیات کے تحفظ میں ہونے والی زیادتی کا بھی تجزیہ کیا ہے، نیز اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے میں قرآن وحدیث اور مستند کتبِ فقہ سے استفادہ کیا ہے، غرض کہ عزیزی سلمہ نے ماشاء اللہ عمدگی کے ساتھ موضوع سے متعلق مواد کو جمع کیا ہے، مجھ سے مواد جمع کرنے اور مقالہ لکھنے کے درمیان مشورہ بھی کرتے رہے اور بعد کو میں نے اس پر نظر ثانی بھی کی ہے، اُمید ہے کہ انشاء اللہ یہ تحریر اپنے مقصد میں مفید ثابت ہوگی، دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزی سلمہ سے دین اور علم دین کی خوب خوب خدمت لے۔ و باللہ التوفیق.

خالد سیف اللہ رحمانی
(ناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد)

۶/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
۱۳/اپریل ۲۰۰۸ء

ابتدائیہ

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق واضح بات اور وقوع پذیر ہونے والے تمام نت نئے مسائل اور واقعات کے سلسلے میں ایک جامع اُصول پیش کرتا ہے، ہر دور کے اربابِ علم ودانش کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے مسائل کا حل اسلامی اُصولوں کی روشنی میں اہل دنیا کے سامنے احتیاط اور کامل دیانت داری کے ساتھ پیش کریں؛ تا کہ اسلام کے ماننے والے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں تنگی محسوس نہ کریں اور باشندگانِ عالم فطری طور پر اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہوکر اس کی طرف کھینچتے چلے آئیں۔

یہ کام ہر دور کے علماء ربانیین نے کیا ہے اور قیامت تک ایسے افراد دنیا میں آتے رہیں گے، جو اس خدمت کو انجام دیں گے، فی زمانہ بہت سے رجال اللہ اور ادارے ہیں جو اسی کام کے لئے وقف ہیں، ان میں ایک ممتاز نام استاذ گرامی فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور آپ کے ادارہ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کا ہے، جو روزِ اول سے ہی اس میدان میں اپنی خدمات کے لئے پوری دنیا میں مشہور ہیں اور علمی اُفق پر چاند بن کر چمک رہے ہیں، اسی کا اثر تھا کہ معہد کے قیام کو ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کی شہرت ملک کی تمام بڑی اسلامی یونیورسیٹیوں تک پہنچ گئی، چنانچہ احقر نے جب سن 2000ء میں دار العلوم دیوبند سے افتاء کی تعلیم مکمل کی تو تخصص فی الفقہ کے لئے اسی ادارہ کا قصد کیا اور سن 2001ء میں عید الاضحیٰ کے بعد مذکورہ

شعبہ سے منسلک ہوگیا، بعض اہم کتابوں کے درس کے ساتھ سندی مقالہ لکھنا بھی نصاب میں داخل تھا، حضرت الاستاذ کے حکم سے ''اسلام اور ماحولیات'' کے عنوان پر احقر نے ایک بسیط اور جامع مقالہ تحریر کیا، دورانِ تحریر حضرت نے مفید مشورے اور ہدایات بھی دیں جو میرے لئے مشعل راہ ثابت ہوئیں اور مقالہ کسی حد تک تحقیقی مقالہ بن سکا۔

معہد نے اپنے پروگرام کے مطابق اس کی طباعت کا فیصلہ کیا ہے، جس کے لئے میں تہہ دل سے ادارہ اور ناظم ادارہ حضرت استاذِ محترم اور دیگر اساتذۂ معہد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جن کے فیض و کرم اور توجہات سے میں کسی لائق بن سکا اور اللہ سے دُعاء گو ہوں کہ حضرت کا سایۂ عاطفت پوری انسانیت پر دراز فرمائے اور جہاتِ ستہ سے آپ کی حفاظت فرمائے اور ادارے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے اور اس حقیر کوشش کو قبولیت سے نوازے۔ آمین

محمد جہانگیر حیدر قاسمی

(خادم حدیث وافتاء، جامعہ انوارالہدیٰ، حیدرآباد)

نیرنگیٔ حیات سے بھرپور ہمارا یہ جاں فزاں اور دلربا ماحول قدرت کا حسین اور بے نظیر تحفہ ہے، پروردگار عالم نے اس کی تحسین وتزئین اور زیبائش و آرائش کے لئے اپنی لاتعداد خلقت کو مسخر اور بے شمار نعمتوں کو اس کا تابع بنایا، مگر کیا قدرت کی یہ ساری صنعت گری، صرف اس لئے تھی کہ قادر مطلق خدا اپنی محدود قدرت کا ایک ادنیٰ مظہر پیش کر کے اسے تہہ و بالا اور نیست و نابود کردے اور بس، نہیں! اس تخلیق ارض وسماء کے پیچھے ایک عظیم مقصد کارفرما تھا، وہ یہ کہ اس دھرتی پر ایک مخلوق کو پیدا کر کے بسایا جائے، جو خلافت الٰہیہ (خلیفۃ اللہ فی الارض) کی صحیح حقدار اور اس کے لئے درکار صلاحیتوں سے مالا مال ہو؛ تاکہ زمین پر اس کے مقرر کردہ فطری احکامات کو بحسن وخوبی نافذ کر سکے۔

جس مخلوق کا انتخاب اس عظیم مقصد کے لئے ہونے والا تھا وہ انسان ہی تھا، اسی کے دوشِ ناتواں پر خلافتِ الٰہیہ کا بارِگراں ڈالا جانے والا تھا اور اسی کو کائنات کی دیگر مخلوقوں کی قیادت کی ذمہ داری سونپی جانے والی تھی، ظاہر ہے کہ فطرت وعادت سے مجبور انسان طبعی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اگر دوسری طرف زیادہ توجہ دیتا تو یہ بات اس کے مقصد تخلیق کے لئے مخل اور اس عہدۂ جلیلہ کے لئے نامناسب ہوتی، اسی لئے ربِ کائنات نے اس کائنات میں اس کی ضرورت کی تکمیل کی تمام اشیاء بہتر سے بہتر طریقے پر پیدا کیں۔

چنانچہ سورج کی تمازت بھری سنہری شعاعیں ہوں، یا چاندی کی فرحت بخش چاندنی، سیاروں کی گردش ہو یا ستاروں کی جھرمٹ، صبح کا سہانا اور دلکش سماں ہو یا شام کی موجِ ہوائے پُرلطف، زمین پر رینگتی خدا کی اَن گنت مخلوق ہو یا فضا میں تیرتے چرند و پرند، زمین کے سینۂ چاک میں دریاؤں اور نہروں کا بچھا جال ہو یا دوشِ ہوا پر اُڑتے ابر پاروں کی شوکت، سمندروں کی طغیانی ہو یا پہاڑوں کی چوٹیوں سے جھڑتا آبشار، پیاسی زمین کے منھ

میں بادلوں کی سخاوت ہو یا زمین کے سینے سے اُبلتے چشمے، تشنگی سے ماتم آب کرتے نباتات ہوں یا پیاس سے خاک چھانتے حیوانات، دیوہیکل فلک بوس پہاڑوں کی قطاریں ہوں یا وسعتِ بحر کی عکاس جھیلیں، ہرے بھرے کھیتوں کی سبز چادر ہو یا رنگ برنگے پھولوں کا خوبصورت اجتماع، سطح ارض پر سربلند عمارتوں کی شہنشاہیت ہو یا گھاس پھونس کے جھونپڑوں کے سرِ سجدہ کناں، ہر جگہ اور ہر چیز میں اسی صانع حقیقی کی قدرت جلوہ گر ہے اور یہ سارا نظام بست وکشاد اسی کے ایماء پر محوِ سفر ہے۔

کائنات اور اس کا نظام محض اس لئے سجایا گیا کہ انسان دنیا میں رہ کر اپنی زندگی کی سمت، فطرت کی آواز کی روشنی میں متعین کریں، اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے خوب خوب فائدہ اٹھائیں اور ہر آن اور ہر لحہ اسی کی یاد سے خانۂ دل کو روشن رکھیں، شیر اور ہاتھی جیسے عظیم الجثہ اور غیر معمولی طاقت وشجاعت کے حامل جانوروں سے لے کر، چھوٹے چھوٹے اور حقیر سے حقیر تر کیڑے، کسی نہ کسی درجے میں انسانوں کی منفعت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، بعض تو براہِ راست مفید ہیں اور بعض بالواسطہ —— قرآن شریف میں —— جو حقیقت، فطرت اور قانونِ الٰہی کا سب سے سچا اور معتبر ذریعۂ اظہار ہے، —— نہایت سہل اور واضح لفظوں میں کہا گیا ہے :

هو الذی خلق لکم مافی الأرض جمیعاً . (۱)

وہی (خدا) ہے جس نے پیدا کیا، تمہارے لئے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب۔ (تفسیر ماجدی)

ایک دوسری جگہ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا گیا :

الذی جعل لکم الأرض فراشاً والسماء بناءاً . (۲)

وہ ہی (پروردگار) ہے، جس نے تمہارے لئے زمین کو ایک فرش اور آسمان کو ایک چھت بنادیا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

---

(۱) سورۂ بقرہ:۲۹ (۲) سورۂ بقرہ:۲۲

آیت کے مفہوم میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں، جو روئے زمین پر ہوں، یا زمین کے اندر، آسمان پر ہوں، یا آسمان سے نیچے، دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ کائنات اور کائنات کی ساری چیزیں انسانوں ہی کے لئے بنائی گئی ہیں، اس لئے کہ زمین کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو انسان کے قدموں کے نیچے ہو اور آسمان ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جو انسان کے سروں کے اوپر بلند ہو؛ چنانچہ اہل لغت لکھتے ہیں :

" کل ما سفل فهو أرض" (تاج العروس) " يعبر بها عن أسفل الشيئ كما يعبر بالسماء عن أعلاه (راغب) "السماء كل ما علا " (تاج) " كل ما علاو أظل ، قيل له سماء " (قرطبی) " سماء كل شيئ أعلاه " (راغب) "السماء سقف كل شيئ و كل بيت " (لسان) " وقال الزجاج : السماء فى اللغة يقال لكل ما ارتفع وعلا قد سما يسمو و كل سقف فهو السماء " (لسان) " السماء ارتفاع والعلو " (لسان) " السماء مجموع مافوقنا من العالم " (المنار) . (۱)

سورۂ حج میں ہے :

الم تر أن الله سخر لكم مافى الأرض . (۲)

تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے بس میں کر دیا تمہارے جو کچھ ہے زمین میں۔

وسخر لكم مافى السموات وما فى الأرض جميعا منه . (۳)

اور کام میں لگا دیا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے۔

---

(۱) تفسیر ماجدی:۱/۶۷ (۲) الحج:۶۵

(۳) جاثیہ:۱۳۰

مندرجہ بالا آیتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں، جس سے انسان انتفاع نہ کرسکتا ہو، یہ اور بات ہے کہ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا نفع حسی اور عام ہے اور جو دنیاوی اعتبار سے قابل حیثیت ہیں اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جو بہ ظاہر نفع بخش نہیں ہیں؛ بلکہ ضرررساں ہیں، لیکن فی الحقیقت وہ بھی انسان کے لئے فائدہ مند ہیں، مثلاً زہریلے جانور بچھو وغیرہ، کہنے کو تو نہایت ہی خطرناک مخلوق ہیں، مگر انسان کا زہریلے جراثیم سے محفوظ رہنا ان ہی کی رہین منت ہے، اگر یہ زہریلے جانور نہ ہوں تو یہ انسان زہریلے اور ہلاکت خیز جراثیم سے تباہ و برباد ہوجائے، اسی لئے تو کسی شاعر نے یوں کہا ہے :

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

الغرض یہ فرش نما زمین یہ چھت نما آسمان، یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے، یہ چرندو پرند، یہ اونچے بلند قامت پہاڑ، یہ ندی یہ نالے، یہ تالاب، یہ جھیلیں، یہ ہوا، یہ آگ، یہ مٹی، یہ نباتات، یہ حیوانات، یہ درخت، یہ پودے، یہ سونا، یہ چاندی، یہ لوہا، یہ تانبا، یہ پیتل، یہ پٹرول، یہ ڈیزل، یہ گیس، تمام انسانوں کی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے ہیں، مگر یہ سب ذرائع ہیں مقصود نہیں، ارادے ہیں مراد نہیں، خادم ہیں مخدوم نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''إنما الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرة'' اسی مفہوم کی ترجمانی کرتا ہے کہ جس طرح دنیاومافیہا تمہارے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اسی طرح تم بھی کسی مرض کی دوا ہو، اس دار فانی کی تمام نعمتیں تمہاری لطف اندوزی اور راحتِ دل و جاں کے لئے ہیں، مگر یہ تمہاری آخری منزل اور تخلیق کائنات کا حاصل نہیں، تم اور تمہارے جسم وجاں اور دولت وثروت آخرت کے لئے ہیں، تمہارے ہر قول وعمل، ہر نشست و برخاست اور ہر فکر ونظر کا رُخ آخرت کی طرف ہو، تمہاری تمام تر توانائیاں آخرت کے سنوارنے میں خرچ ہوں اور تمہیں ہر اس ترکیب اور طریق کار کا دلدادہ ہونا چاہئے، جس سے حضور خدا میں

سرخروئی حاصل ہو اور ہر اس راہ وعمل سے نفرت ہونی چاہئے، جو تمہیں منزل مقصود سے دور اور رب کائنات کو غضبناک کردے، جس کی پاداش میں مبادا تمہیں ان نعمت ہائے بے بہا سے ہاتھ دھونا پڑے، جن کی ہر آن تم پر مسلسل اور پیہم بارش ہوتی رہتی ہے۔

عارف باللہ ابن عطاؒ فرماتے ہیں: اللہ نے ساری کائنات کو تمہارے لئے پیدا فرمایا کہ ساری کائنات تمہاری ہو اور تم اللہ کے لئے ہو، اس لئے عقلمند کا کام یہ ہے کہ جو چیز اس کے لئے پیدا ہوئی ہو، وہ تو اس کو ملے گی، اس کی فکر میں لگ کر اس ذات سے غافل نہ ہو، جس کے لئے یہ پیدا ہوا ہے۔(۱)

زمین کی خلافت اور اقلیم ارضی کی بادشاہت کا سہرا جب انسان کے سر باندھا گیا ہے اور پوری کائنات برضا ورغبت یا بجبر واکراہ اس کے زیر تسلط کردی گئی ہے، تو اب اس تاج ورشہنشاہ کی امانت داری اور فرض شناسی کا تقاضا ہے کہ وہ کائنات کے فطری ماحول کے نازک آبگینے کو ہر اس ذرہ سے بچائے، جس سے اس کا صاف وشفاف آبگینہ پراگندہ اور خراب ہو اور اس کی شان عروسی کی حفاظت کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے، انسانیت کی بقاء وترقی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے کہ دنیا کے فطری اور تخلیقی ماحول، اس کے حسن، نظافت، نزاکت، جاذبیت اور کشش کو پامال نہ کیا جائے اور اس کی جبین زرنگار سے سندور کھرچ کر، اس کی عظمت کو دفن اور اپنی ہلاکت وبربادی کا سامان فراہم نہ کیا جائے۔

مگر یہ کس قدر حیرت ناک اور کس قدر تعجب خیز ہے کہ انسان جسے اللہ نے اشرف المخلوقات کا لقب دے کر دنیا میں وجود بخشا، عقل وخرد، فکر ودانش اور فہم وفراست سے نوازا، قوتِ ارادی اور قوتِ فیصلہ اور احساس کے جوہر عطا کئے، آج اپنی نگاہیں نازک بیں کو بند کئے صحت وفساد سے بے خبر، مفید ومضر سے بے خوف، ایک آزاد اور حریت پسندانہ زندگی گزار رہا ہے، جنت ارضی جسے اللہ نے گونا گوں خصوصیات سے مالا مال کیا تھا، بنی آدم نے

(۱) معارف القرآن، بحوالہ بحر محیط: ۱/۱۷۱

اسے اپنی ہی کارستانیوں سے جہنم بنالیا ہے، حالات ایسے ہوگئے ہیں کہ ہر آنے والا لمحہ نئی تباہی کا پیغامبر، ہر نئی ایجاد کسی نئی ہلاکت کا پیش خیمہ اور ہر صبح وشام تشویش ناک مستقبل کی علامت ہے۔

آج جب کہ انسان چاند پر کمندیں ڈال چکا ہے، وہاں ایک نئی دنیا بسانے کی کوشش جاری ہے، بحر و بر کے تمام خزانے اس کے دستِ قدرت میں ہیں، زمین کی تہوں سے پٹرول، کوئلہ اور گیس کے ذخیرے اُبل پڑے ہیں، کوہستانوں کے دامن ہیرے جواہرات سے بھرے ہوئے ہیں، سمندروں کی اتھاہ گہرائیاں بھی معدنیات سے مالا مال ہیں، تو پھر ان کے منصفانہ اور دانشمندانہ استعمال سے کیوں پہلوتہی کی جارہی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کرۂ ارض پر جہاں وسائل قدرت کی بہتات ہے، وہیں بے شمار ایسے ساکنانِ بزم ہستی ہیں، جو ایک لقمہ کھانا اور ایک قطرہ پانی کو ترس رہے ہیں، جب کہ دوسری طرف خدا کی بنائی ہوئی اسی دھرتی پر کچھ ایسے لوگ بھی بستے ہیں، جنھیں من جانب اللہ ساری انسانیت کے لئے عطا کردہ قدرتی وسائل اور خدائی انعامات کے غیر منصفانہ اور غیر فطری استفادہ نے اتنا بدمست بنادیا ہے کہ وہ کسی مصیبت زدہ کی آہ و بکا سننا چاہتے ہیں اور نہ اشک شوئی کرنا پسند کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ آج انسان نظام فطرت سے کافی دور جاچکا ہے، کائنات کے فطری ماحول اور وسائل زندگی کے تحفظ کے بجائے ان کی تباہی کے اسباب وہ زیادہ فراہم کررہا ہے، اس کے ہاتھوں تباہی کے جو اسباب روشنی میں آئے ہیں، ان میں سب سے خطرناک آلودگی کا ہمہ گیر سیلاب ہے، جو پورے عالم کے لئے ایک سنگین اور حساس مسئلہ کی نوعیت اختیار کر چکا ہے، آئندہ صفحات میں اس کا تفصیلی جائزہ اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا جائے گا، اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بطور تمہید کائنات یعنی زمین و آسمان اور انسان کی تخلیق اور اس کی قدرتی صفات وخصوصیات کو بالترتیب واضح کیا جائے؛ تاکہ فطری ماحول اور موجودہ ماحول کے مابین تقابل آسان ہو

اور دونوں کے درمیان کی خلیج اچھی طرح واضح ہو جائے۔

پانی کی تخلیق

قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حقیقت کو نہایت ہی وضاحت اور سہل ترین تعبیر میں بیان کیا گیا ہے کہ کارگہہ عالم کا ہر ذرہ پانی سے پیدا کیا گیا ہے، ہر ایک کی خلقت، نشو ونما، عروج وارتقاء اور بقاء میں پانی کا بڑا حصہ ہے، کوئی بھی مخلوق خواہ وہ حیوانات کے قبیل سے ہو یا نباتات و جمادات کے قبیل سے، پانی کی ضرورت سے بے نیاز نہیں اور انسانی زندگی میں ہر گام ہر لحظہ اس کی تلاش وجستجو ہے، پانی کے اس ناگزیر رول کا اندازہ اس سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے کہ موجودات میں سب سے عظیم شمار کی جانے والی مخلوق، آسمان وزمین کی تخلیق میں پانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، حتیٰ کہ اشرف المخلوقات ''انسان'' کی پیدائش کا بنیادی عنصر بھی قرآن کریم کی تصریحات کے مطابق پانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ان السموات والأرض كانتا رتقاً ففتقنهما وجعلنا من الماء كل شيئ حيي . (۱)

آسمان اور زمین بند تھے، پھر ہم نے دونوں کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا۔ (بیان القرآن)

وهو الذى خلق من الماء بشراً فجعله نسباً وصهراً . (۲)

اور وہ ایسا ہے، جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا، پھر اس کو خاندان والوں اور سسرال والا بنایا۔ (بیان القرآن)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

كل شيئ خلق من الماء . (۳)

---

(۱) انبیاء:۳۰ (۲) فرقان:۵۴

(۳) قرطبی بحوالہ ابن ماجہ وغیرہ:۱/۱۷۸

ہر چیز پانی سے پیدا کی گئی ہے۔ (بیان القرآن)

پانی ایسی مخلوق ہے، جسے دیگر مخلوقات میں سب سے پہلے ظہور میں آنے کا شرف حاصل ہے، چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایک تفصیلی واقعہ نقل کیا ہے، اس کا ایک حصہ ملاحظہ فرمایئے! اہل یمن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے پہلے اللہ نے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا :

صرف اللہ کی ذات موجود تھی، کوئی دوسری چیز نہیں تھی، اللہ کا عرش پانی پر تھا، لوح محفوظ میں ہر چیز تحریر کردی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو بنایا۔(۱)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ "فتح الباری" میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں :

وفيه دلالة على أنه لم يكن شيئ غيره لا الماء ولا العرش ولا غيرهما ، لان كل ذلك غير الله تعالىٰ ويكون قبله ، وكان عرشه على الماء ، معناه انه خلق الماء سابقاً ثم خلق العرش على الماء وقد وقع في قصة نافع بن زيد الحميرى بلفظ ، كان عرشه على الماء ثم خلق القلم فقال : " اكتب ماهو كائن ، ثم خلق السموات والارض وما فيهن " فصرح بترتيب المخلوقات بعد الماء والعرش . (۲)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی، نہ پانی نہ عرش اور ان دنوں کے علاوہ کوئی دوسری چیز اس لئے کہ یہ تمام چیزیں اللہ کی ذات کے علاوہ ہیں اور "اللہ کا عرش پانی پر تھا" کا مطلب یہ ہے کہ پانی کو پہلے پیدا کیا، پھر پانی پر عرش کو، نافع بن زید الحمیری کے واقعے

(۱) بخاری: ۱۱۰۳/۲، کتاب الرد علی الجہمیۃ وغیرہ (۲) فتح الباری: ۳۳۳/۶

میں ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ "اللہ کا عرش پانی پر تھا" پھر قلم کو
پیدا کیا اور فرمایا: لکھو جو کچھ ہونے والا ہے، پھر آسمان و زمین
اور وما فیہا کو پیدا کیا، تو انھوں نے پانی اور عرش کے بعد پیدا کی
جانے والی مخلوقات کے درمیان ترتیب کی صراحت کی ہے۔

اس موقع پر ابن حجر عسقلانیؒ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے استناد کیا ہے، جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں مرفوعاً نقل کیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

ان الله قدر مقادير الخلق قبل أن يخلق السموات والارض بخمسين ألف سنة ، و كان عرشه على الماء . (۱)

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس
ہزار سال پہلے اس وقت لکھیں جب اس کا عرش پانی پر تھا۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے مخلوقات کی تقدیریں اس وقت لکھی گئیں، جب اللہ کا عرش پانی پر تھا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت پانی اور عرش خداوندی کی تخلیق ہو چکی تھی، بہر حال مخلوقوں میں سب سے پہلے ظہور میں آنے والی مخلوق پانی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو اپنی بقاء کے لئے اس کی شدید ضرورت ہے، خود انسان کے وجود کا 80% فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہے۔

زمین وآسمان کی تخلیق

زمین وآسمان کی تخلیق، کائنات کا سب سے بڑا انقلاب اور قدرتِ خداوندی کا عظیم مظہر ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان کی عقل کو صحیح راہ دکھانے کے لئے قرآن کریم نے بار بار اس انقلاب کا حوالہ دیا ہے، بعث بعد الموت کے فلسفے کو سمجھانے کے لئے جہاں بہت سی محسوس مثالیں دی گئی ہیں، وہیں اس انقلاب اور زمین وآسمان کے پردۂ عدم سے آئینۂ وجود پر عیاں ہونے کو نمایاں حیثیت دی گئی ہے۔

---

(۱) فتح الباری: ۳۳۳/۶

چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

او لیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی أن یخلق مثلھم ، بلی وھو الخلاق العلیم . (۱)

اور جس نے آسمان وزمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کردے، ضرور وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔ (بیان القرآن)

یوں تو آسمان وزمین کی پیدائش کا اجمالی اور تفصیلی ذکر، بہت سی آیتوں میں آیا ہے؛ لیکن ان آیات میں سب سے زیادہ تفصیلی بیان، سورۂ سجدہ کی مندرجہ ذیل آیتوں میں ملتا ہے :

قل أئنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ أنداداً ذلک رب العالمین وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواءً للسائلین ثم استویٰ الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض إئتیا طوعاً أو کرھاً قالتا أتینا طائعین فقضھن سبع سموات فی یومین وأوحی فی کل سماء أمرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظاً ذلک تقدیر العزیز العلیم . (۲)

آپ فرمایئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کا انکار کرتے ہو، جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کردیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو، یہی سارے جہان کا رب ہے اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنادیئے اور اس میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں اور اس میں اس کی غذائیں تجویز کردیں، چار دن میں یہ پورے

---

(۱) یٰسین:۸۱ (۲) حٰمٓ السجدة:۹-۱۲

ہیں پوچھنے والوں کے لئے، پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ
دھواں سا تھا، سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی آؤ
یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں،
سو دو روز میں اس کے سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں
اس کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا اور ہم نے اس قریب والے
آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور اس کی حفاظت کی، یہ تجویز
ہے زبردست واقف الکل کی۔ (بیان القرآن)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی پر زمین کو پیدا کیا تو اس سے بلندی کی طرف دھواں اُٹھا، جسے بعد میں قدرت خداوندی نے آسمان کی شکل دے کر تا قیامت اپنی قدرت وعظمت کا نشان اور عبرت ونصیحت کا مینار بنا دیا، اس کے بعد زمین کو پھیلایا، درخت اور پودے اگائے، پانی کی نہریں اور چشمے جاری کئے، سبز وشاداب کھیتیاں ار ہرے بھرے جنگلات بنائے، پھول وپھل کے ساتھ معدنیات کے وسیع ذخائر سے زمین کو مالا مال کیا، سورج، چاند اور ستارے بنائے، جن کی روشنی سے دنیا کی تاریکی اجالے میں بدل گئی۔

معروف مفسر قرآن اور بلند پایہ تابعی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ''هو الذی خلق لكم مافی الارض جميعاً'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

ثم استوى الى السماء، وهى دخان، فسواهن سبع سموات، قال : بعضهم فوق بعض، وسبع ارضين يعنى بعضها تحت بعض وهذه الآية دالة على أن الارض خلقت قبل السماء كما قال فى آية السجدة : قل أئنكم لتكفرون بالذى خلق الارض فى يومين وتجعلون له، أنداداً ذلک رب العٰلمين، وجعل فيها رواسى من فوقها وبٰرک اقواتها فى اربعة ايام سواء للسائلين، ثم استوى الى السماء وهى دخان فقال لها وللأرض ائتيا طوعاً

او کرھاً قالتا اتینا طائعین فقضھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء أمرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظاً ذلک تقدیر العزیز العلیم ، فھذہ وھذہ دالتان علی أن الأرض خلقت قبل السماء ، وھذا مالا اعلم فیه نزاعاً بین العلماء الاما نقله ابن جریر عن قتادة : أنه زعم ان السماء خلقت قبل الارض ، وقد توقف فی ذلک القرطبی فی تفسیر لقوله تعالی :

أ أنتم أشد خلقاً ام السماء بناھا ، رفع سمکھا فسواھا ، وأغطش لیلھا وأخرج ضحاھا ، والارض بعد ذلک دحاھا ، أخرج منھا ماء ھا ومرعاھا ، والجبال ارساھا ، قالو : " فذکر خلق السماء قبل خلق الارض ، وفی صحیح البخاری أن ابن عباس سئل عن ھذا بعینه ، فأجاب بان الارض خلقت قبل السماء وأن الارض انما دحیت بعد خلق السماء وکذلک أجاب غیر واحد من علماء التفسیر قدیما و حدیثاً " . (۱)

اللہ تعالیٰ نے آسمان کی تخلیق سے پہلے زمین کو پیدا فرمایا، جب زمین کی تخلیق مکمل ہوگئی، تو اس سے دھواں اٹھا، اللہ کے ارشاد ''ثم استوی الی السماء ''میں سماء سے مراد یہی دھواں ہے، پھر اللہ نے آسمان کے سات طبق بنادیئے، فرمایا: ان میں سے ایک دوسرے کے اوپر ہیں اور سات زمینیں تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے نیچے، یہ آیت زمین کی تخلیق آسمان سے قبل ہونے پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ آیت سجدہ میں اللہ کا ارشاد ہے :

(۱) تفسیر ابن کثیر: ۱/۶۶، دیکھئے: روح المعانی: ۱/۲۱۶

آپ فرمایئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کا انکار کرتے ہو، جس نے
زمین کو دو روز میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو،
یہی سارے جہان کا رب ہے اور اس نے زمین میں اس کے
اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس میں فائدہ کی چیزیں رکھ دیں اور اس
میں اس کی غذائیں تجویز کر دیں، چار دن میں یہ پورے ہیں
پوچھنے والوں کے لئے، پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ
دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے
آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں
،سو دو روز میں اس کے سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس
کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا اور ہم نے اس قریب والے آسمان کو
ستاروں سے زینت دی اور اس کی حفاظت کی، یہ تجویز ہے
زبردست واقف الکل کی۔ (بیان القرآن)

یہ دونوں آیتیں آسمان کی تخلیق سے قبل زمین کی تخلیق پر دلالت کرتی ہیں، صاحب تفسیر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے، ہاں صرف حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ آسمان کی تخلیق زمین کی تخلیق سے پہلے ہوئی، اسے ابن جریرؒ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، علامہ قرطبیؒ نے ''أ أنتم أشد خلقاً الخ '' کی تفسیر میں اس مسئلے میں توقف فرمایا ہے، ''بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا، اللہ نے اس کو بنایا اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا اور اس کی رات کو تاریک اور اس کے دن کو ظاہر کیا اور اس کے بعد زمین کو بچھایا اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو قائم کر دیا''۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ نے اس آیت کے اندر زمین سے پہلے آسمان کی تخلیق کا تذکرہ کیا ہے اور بخاری شریف میں ہے کہ بعینہ یہی سوال ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی کیا گیا، تو

آپ نے جواب دیا کہ زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے ہوئی ہے؛ البتہ آسمان کی تخلیق کے بعد زمین (جس کی تخلیق پہلے ہوچکی تھی) پھیلائی گئی، یہی جواب بہت سے متقدمین اور متأخرین مفسرین نے بھی دیا ہے۔

حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانیؒ ''**ثم استوی الی السماء فسوهن سبع سموات وهو بکل شیئ علیم**'' کے ذیل میں تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں :

> اس آیت میں زمین کی پیدائش پہلے اور آسمانوں کی پیدائش بعد میں ہونا بلفظ'' ثم '' بیان کیا گیا ہے اور یہی صحیح ہے اور سورہ ''والنازعات'' میں جو یہ ارشاد ہے ''**والارض بعد ذلک دحاها**'' یعنی زمین کو آسمانوں کے پیدا کرنے کے بعد بچھایا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زمین کی پیدائش آسمانوں کے بعد ہوئی؛ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کی درستگی اور اس میں سے پیداوار نکالنے وغیرہ کے تفصیلی کام آسمانوں کی پیدائش کے بعد ہوئے، اگرچہ اصل زمین کی تخلیق آسمانوں سے پہلے ہوچکی تھی۔ (بحرمحیط وغیرہ)(۱)

آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے، کی تخلیق کا کام مجموعی طور پر چھ دنوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

> **اللہ الذی خلق السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام ثم استویٰ علی العرش .**
>
> اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے، چھ دن کے اندر پھر قائم ہوا عرش پر۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے :

---

(۱) معارف القرآن:۱/۱۱۸

ان الله بدأ الخلق يوم الأحد فخلق الارضين في الاحد والاثنين وخلق الاقوات والرواسي في الثلاثاء والاربعاء ، وخلق السموات في الخميس والجمعة ، وفرغ في آخر ساعة من يوم الجمعة فخلق فيها آدم على عجل فتلك الساعة التي تقوم فيها الساعة . (۱)

زمین کے فوائد

دنیا کی وہ تمام چیزیں، جن سے انسانی ضرورتیں وابستہ ہیں، زمین کے رحم وکرم سے جدا نہیں کی جاسکتیں، ہر ایک کا وجود انتہائی حد تک مٹی کے اہم ترین عنصر سے ملا ہوا ہے، جسم انسانی کو ایندھن فراہم کرنے والی زمین سے تیار شدہ غذائیں ہوں یا ذہن ودماغ کو لطافت و پاکیزگی سے آراستہ کرنے والے خوشبودار خوش رنگ پھول پتیاں دل ونظر کو بالیدگی بخشنے والے دلکش اور حسین ترین مناظر قدرت ہوں یا سڑکوں پر دوڑتی گاڑیاں، فضاء میں اڑتے جہاز ہوں یا گھروں میں سجائے گئے مختلف قسم کے جدید ٹیکنیکل سے آراستہ ساز وسامان، ہر ایک کی اصل روح کا تعلق اسی مٹی اور اس کی تہوں میں ودیعت کردہ ڈیزل، گیس اور پٹرول وغیرہ سے ہی ہے، انسانی زندگی کے لئے سازگار ماحول تیار کرنے میں، زمین کا جو کلیدی کردار ہے اسے آسانی کے ساتھ چشم زدن میں فراموش اور اس سے نگاہیں چرائی نہیں جاسکتیں، زمین کے تفصیلی فوائد کے بیان کا نہ ہی یہ مقام متحمل ہے اور نہ ہی اسے بیان کرنا اس وقت ہمارا مقصود ہے، تاہم چند بنیادی اور اساسی فائدے، جن کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، یہاں سپرد قلم کئے جاتے ہیں :

پہلا فائدہ

معدنیات، نباتات اور حیوانات کے ساتھ ساتھ زمین کی سطح اور اس کے اندرون میں اللہ کی بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں، جنھیں صرف اللہ ہی جانتا ہے، آج کی ترقی یافتہ

---

(۱) تفسیر ابن کثیرؒ: ۱/۶۶

دنیا کا نصف دارو مدار معدنیات ہی پر ہے، چھوٹی سی کیل اور سوئی سے لے کر لڑاکا بمبار طیاروں تک ہر ایک کا وجود انھیں معدنیات پر موقوف ہے؛ اگر زمین میں یہ معدنیات اور دھاتیں دریافت نہ ہوتیں تو دنیا موٹر گاڑیوں، ٹرین اور جہازوں کی سہولت سے محروم رہ جاتی، امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں :

المنفعة الاولى : الاشياء المتولدة فيها من المعدنيات والنباتات والحيوانات والآثار العلوية والسفلية لا يعلم تفاصيلها الا الله تعالى . (۱)

پہلا فائدہ : زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں، معدنیات، نباتات، حیوانات اور وہ علوی اور سفلی نشانیاں ہیں، جن کی تفصیلات صرف اللہ ہی کو معلوم ہیں۔

دوسرا فائدہ

زمین کے حصوں کا مختلف الخاصیات اور متنوع الصفات ہونا ہے؛ چنانچہ بعض حصے ایسے ہیں، جن میں نرمی اور سہولت پائی جاتی ہے، بعض ایسے ہیں، جو سخت اور ٹھوس ہیں، بعض حصے ریت ہی ریت ہیں، جب کہ بعض شوریدہ ہیں اور دیگر حصے سنگلاخ اور کنکریلے ہیں۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں :

والمنفعة الثالثة : اختلاف بقاع الأرض فمنها أرض رخوة ، وصلبة ، ورملة وسبخة ، وحرة . (۲)

اسی مضمون کو قرآن کریم نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے :

وفي الارض قطع متجاورات. (۳)

اور زمین میں پاس پاس قطع ہیں۔ (ماجدی)

---

(۱) تفسیر کبیر: ۱/۴۹۵ (۲) تفسیر کبیر: ۱/۴۹۵ (۳) الرعد: ۴

ایک دوسری جگہ ہے :

والبلد الطيب يخرج نباته بإذن ربه والذى خبث لا يخرج الا نكدا . (۱)

اور بہترین بستی میں پیداوار اپنے پروردگار کے حکم سے (خوب) ہوتی ہے اور جو (بستی) خراب ہے وہ پیداوار دیتی بھی ہے تو بہت کم ۔ (ماجدی)

اس تنوع اور نیرنگی میں کیا فائدے ہیں، اس کا اندازہ اس سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اگر زمین ساری کی ساری ٹھوس ہوتی، یہاں پتھر ہی پتھر ہوتے، تو نہ یہ پیڑ پودے ہوتے، نہ کھیتیاں ہوتیں، نہ جنگلات اور نہ ہی زمین کے سینے سے پینے کا پانی حاصل کیا جاسکتا اور اگر زمین کا تمام حصہ نرم ہوتا تو انسان اپنے ٹھوس عشرت کدے تعمیر کرنے اور پہاڑوں کے دامن اور ان کی گود سے ہیرے جواہرات حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا۔

تیسرا فائدہ

زمین کے رنگوں میں اختلاف اور تعدد ہے، چنانچہ بعض علاقوں کی زمین سرخ، بعض کی سفید، بعض کی سیاہ، بعض کی خاکی اور بعض کی غبار رنگ۔

علامہ رازیؒ لکھتے ہیں :

المنفعة الرابعة : اختلاف الوانها ، فأحمر ، وأبيض ، وأسود ، ورمادى اللون ، اغبرد . (۲)

قرآن شریف میں اسی مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے :

ومن الجبال جدد بيض وحمر مختلف ألوانها وغرابيب سود . (۳)

اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ کہ ان کی بھی

---

(۱) اعراف:۵۸ (۲) تفسیر کبیر:۱/۴۹۵ (۳) الفاطر:۲۷

رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ۔(بیان القرآن)

یہ حقیقت ہے کہ انسان کی پیدائش وافزائش پر زمین کے رنگوں کا اختلاف گہرا اثر ڈالتا ہے، انسان کے رنگوں میں کافی حدتک وہاں کی زمین کے رنگ کا اثر ہوتا ہے، اسی طرح بعض جگہوں کے پہاڑ سیاہ، بعض کے سرخ اور بعض کے سفید وغیرہ ہوتے ہیں، جو انسان کی مختلف ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں، عمارتوں کی حسن کاری میں بھی ان کا اہم کردار ہوتا ہے، یہ ہیرے جواہرات جو اپنے اندر آنکھوں کو خیرہ کردینے والی چمک اور دلربا و دلکش رنگ لئے ہوتے ہیں، جن سے شہنشاہوں کے تاج کی زینت اور تخت شاہی کی رونق دوبالا ہوجاتی ہے، ان ہی پہاڑوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

چوتھا فائدہ

یہ ہے کہ معمولی طاقت کے حامل پودوں کی نرم ونازک کونپل سخت ترین زمین کے سینے کو چیرتے ہوئے نمود حاصل کرتی ہے اور اسی زمین سے رزق پاکر تناور درخت کی صورت اختیار کرلیتی ہے، جس سے ساری انسانیت اور چرندو پرند مستفید ہوتے ہیں۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں :

والمنفعة الخامسة : انصداعها بالبنات . (۱)

قرآن کریم کے الفاظ ہیں :

والارض ذات الصدع . (۲)

اور (قسم ہے) زمین کی جو پھٹ جاتی ہے۔(بیان القرآن)

اگر زمین کی سختی نرمی میں تبدیل نہ ہوجاتی، تو آج یہ لہلہاتی اور ہواؤں سے اٹکھیلیاں کرتی، سرسبز وشاداب کھیتیاں نظر نہ آتیں، ہاں مگر! خلقت بھوک سے لقمۂ اجل بنتی ہوئی ضرور نظر آتی۔

---

(۱) تفسیر کبیر: ۱/۴۹۵ (۲) الطارق: ۱۲

پانچواں فائدہ

یہ ہے کہ زمین آسمان سے برسنے والے پانی کے ذخیرے کا ایک بڑا ذریعہ ہے، امام رازیؒ لکھتے ہیں :

المنفعة السادسة : كونها خازنة للماء المنزل من السماء . (۱)

اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس ارشاد میں :

وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسكناه في الارض وانا على ذهاب به لقادرون . (۲)

اور ہم نے آسمان سے مقدار کے ساتھ پانی برسایا، پھر ہم نے اس کو زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کے معدوم کردینے پر قادر ہیں۔(بیان القرآن)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

قل أرأيتم ان أصبح ماؤكم غوراً فمن يأتيكم بماء معين . (۳)

آپ کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہوجاوے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے۔(بیان القرآن)

اگر زمین کے اندر ذخیرہ اندوزی کی صلاحیت نہ ہوتی اور سارا پانی واپس سمندر میں جا گرتا اور زمین علیٰ حالہ خشک رہتی، تو چرند و پرند اور جانوروں کو جان کے لالے تو پڑتے ہی، یہ انسان بھی پیاس کی شدت کے مارے مرغ بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کر موت کا تلخ جام پینے پر مجبور ہوجاتا۔

---

(۱) تفسیر کبیر: ۴۹۵/۱ (۲) المومنون: ۱۸

(۳) ملک: ۳۰

چھٹا فائدہ

یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے زمین سے چشمے اور بڑی بڑی نہریں جاری کیں، جن میں نیل، سیحون، جیحون اور فرات خاصی بڑی اور بے حد اہمیت کی حامل اور کثیر المقاصد کے لئے استعمال کی جانے والی نہریں ہیں، ان کے علاوہ ہزاروں ایسی نہریں اور ندیاں ہیں، جو زمین پر جال کی طرح پھیلی ہوئی ہیں، جن میں بہتے شیریں پانی سے ایک بہت بڑی تعداد سیراب ہوتی ہے اور کھیتیاں سینچی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وھو الذی مد الارض وجعل فیھا رواسی وانھاراً الخ . (۱)

اور وہ وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا رکھ دیئے۔(ماجدی)

امام رازیؒ لکھتے ہیں :

واما الا نھار فمنھا العظیمۃ کالنیل وسیحون وجیحون والفرات ومنھا الصغار وھی کثیرۃ ، وکلھا تحمل میاھا عذبۃ للسیل والزراعۃ . (۲)

غور کیجئے! اگر یہ چشمے نہ ہوتے اور دنیا کی گود نہروں سے خالی ہوتی تو کاشتکاری کا عمل یقیناً مفلوج ہو کر رہ جاتا، کھیتیاں سوکھ جاتیں اور اللہ کی بہت سی مخلوق پانی کی تلاش میں ہر وقت صحرا پیا ہی رہتی، کسی کل انھیں چین نہ آتا؛ لہٰذا ایسی صورت میں انسانی زندگی پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہر کوئی اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

ساتواں فائدہ

یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے زمین میں ایسی خاص صلاحیت رکھی ہے کہ اسی سے دانے اور گٹھلیاں اپنے وجود میں آتی ہیں۔

---

(۱) الرعد:۳ (۲) تفسیر کبیر:۱/۴۹۷

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ان اللہ فالق الحب والنوی . (۱)

بے شک اللہ (ہی) دانہ اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے۔(ماجدی)

زمین کی اسی فراخیٔ دل اور سخاوت نفس کا تذکرہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة . (۲)

ان کے مال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک دانہ ہے کہ اس سے سات بالیاں آگیں ہر ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں۔(ماجدی)

غور کیجئے ! اگر زمین کی یہ خاصیت نہ ہوتی اور صرف ایک دانے اور ایک گٹھلی کے بدلے ایک ہی دانہ اور ایک ہی گٹھلی ہاتھ آتی، تو کیا یہ سودا سراپا نقصان نہ ہوتا؟ غذائی وسائل ختم نہ ہو گئے ہوتے؟ اور انسانیت چیختی چلاتی دم توڑ چکی نہ ہوتی؟

آٹھواں فائدہ

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف شکل وصورت کے جانور پیدا کئے ، جو اپنی عادتوں اور خصوصیتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں ، ان میں سے بعض سواری کے کام آتے ہیں، تو بعض کھانے کے، جب کہ بعض دوسرے تفریح طبع کے لئے پالے جاتے ہیں۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

خلق السموات بغیر عمد ترونها وألقى فی الارض رواسی أن تمید بکم وبث فیها من کل دابة . (۳)

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلاستون کے بنایا، تم ان کو دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈانوا

---

(۱) الانعام:۹۵ (۲) البقرہ:۲۶۱

(۳) لقمان:۱۰

ڈول نہ ہونے لگے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے
ہیں۔(بیان القرآن)

ظاہر ہے کہ ان جانوروں کا قوام وقیام زمین ہی سے متعلق ہے، یہ کوئی ہوا میں نہیں تیرتے۔

نواں فائدہ

یہ ہے کہ زمین سے ہی نباتات یعنی گھاس پھوس، پیڑ پودے اُگتے ہیں، جن کے رنگ مختلف اور متنوع اور جن کے منافع جدا جدا ہوتے ہیں، قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے :

وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج . (۱)

اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگائیں۔(بیان القرآن)

چنانچہ ان میں سے بعض کا استعمال کھانے میں کیا جاتا ہے، بعض سے سالن تیار کیا جاتا ہے، بعض سے دوائیں تیاری کی جاتی ہیں اور بعض کا استعمال بطور میوہ کیا جاتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے :

وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین . (۲)

اور اس میں اس کی غذائیں تجویز کردیں چار دن میں یہ پودے
ہیں پوچھنے والوں کے لئے۔(بیان القرآن)

اسی طرح بعض ایسے پودے اور درخت بھی روئے زمین پر پائے جاتے ہیں، جن سے اون، کتان وغیرہ کے کپڑے تیار کئے جاتے ہیں، جو انسانوں کے لئے ایک ناگزیر ضرورت ہے، اس کے علاوہ بے شمار نعمتیں ہیں، جن کا احاطہ عقل انسانی نہیں کرسکتی۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے :

ویخلق مالا تعلمون . (۳)

---

(۱) قٓ:۷ (۲) حٰمٓ السجدہ :۱۰ (۳) النحل:۸

اور وہ پیدا کرتا رہتا ہے ایسی چیزیں جن کی تم کو خبر نہیں۔ (ماجدی)

دسواں فائدہ

زمینی فوائد میں ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ زمین ہموار ہو یا نشیب وفراز ہو یا پہاڑی علاقے ہوں ہر جگہ پروردگار عالم نے درخت جیسی ایک عظیم نعمت پیدا کی ہے، جس کی افادیت کی عمومیت اور نفع بخشی کی ہمہ گیریت سے کسی صاحب بصیرت؛ بلکہ کسی صاحب عقل کو انکار نہیں ہوسکتا، زندگی کے بہت سے مقامات اس کے بغیر خشک اور تشنہ رہ جاتے ہیں، قدم قدم پر اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، یہی وہ درخت اور پیڑ پودے ہیں، جن کی لکڑیوں سے چولھے جلائے جاتے ہیں، گھر بنائے جاتے ہیں، چھتیں تیار کی جاتیں ہیں، فرنیچرس کے متحیر العقول خوبصورت ڈیزائنوں کے آئٹمس تیار کئے جاتے ہیں، محلوں اور دولت خانوں کو سجایا جاتا ہے، پارکوں کی زینت اور حسن منظری میں بھی ان کا اہم حصہ ہے، تحفظ ماحولیات میں جو ان کا امتیازی اور بنیادی رول ہے، اس سے ہر کوئی واقف ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں :

المنفعة الخامسة عشرة : كثرة مايوجد على الجبال والاراضى من الاشجار التى تصلح للبناء والسقف ، ثم الحطب ، وما أشد الحاجة اليه فى البحر والبطخ . (۱)

آسمان کے فوائد

اب تک ہم کائنات کے سفلی حصہ کا مطالعہ اور مختلف زاویہ نگاہ سے تجزیہ کر رہے تھے، آیئے اب کائنات کے علوی حصے کا مطالعہ کرتے ہیں، جسے آسمان کہا جاتا ہے، جس طرح زمین میں اللہ کی بے شمار نعمتیں ہمہ وقت حکم الٰہی پر کاربند ہیں، ٹھیک اسی طرح آسمانی دنیا پر بھی اللہ کی پیدا کردہ انتہائی نفع بخش اور محیر العقول مخلوقات حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنے دائرہ

(۱) تفسیر کبیر: ۱/۴۹۷

کار میں ہوتے ہوئے ہر پل سرگرم عمل ہیں، مجال نہیں کہ وہ ایک سکنڈ یا ایک لمحہ کے لئے اپنے مقررہ وظائف سے پیچھے ہٹیں۔

بنیادی طور پر آسمان کو سات قابل فخر عظیم مخلوقات سے مزین کیا گیا اور آسمان ان کے لئے گہوارہ کا مقام رکھتا ہے، جن کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، وہ سات چیزیں یہ ہیں :

(۱) مصابیح یعنی ستارے۔
(۲) قمر یعنی چاند۔
(۳) شمس یعنی سورج۔
(۴) عرش۔
(۵) کرسی۔
(۶) لوح یعنی لوحِ محفوظ۔
(۷) قلم۔

ستارے سے آسمان کے مزین کئے جانے کے سلسلے میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ولقد زينا السماء الدنيا بمصابيح . (۱)

اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر رکھا ہے۔(بیان القرآن)

آسمان و زمین کے لئے چاند ایک نور کا درجہ رکھتا ہے، اس کی روشنی میں نورانیت اور چاندنی ہے اور جو سیاہ راتوں میں ایک عجیب دل آفریں منظر پیش کرتا ہے، جس سے نگاہیں سرمست اور دل باغ باغ ہوجاتا ہے، یہی چاند اور ستارے ہیں جن سے تاریکی شب کی وحشت اور ہیبت دور ہوتی ہے، گم گشتہ راہ مسافروں، صحرانوردوں اور بیابان میں گرد پیا لوگوں کو ان ہی کا یارا ہوتا ہے۔

---

(۱) ملک :۷

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وجعل القمر فیھن نوراً . (۱)

اور ان میں چاند کو نور بنایا۔ (بیان القرآن)

وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمات البر والبحر . (۲)

وہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تا کہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ (ماجدی)

قدیم زمانے میں قبلے کی تعیین کے سلسلے میں ستاروں سے ہی مدد لی جاتی تھی، گو کہ آج ایسے ترقی یافتہ آلات ایجاد ہوگئے ہیں، جن سے قبلے کی تعیین بآسانی کی جاسکتی ہے؛ مگر آج بھی بحری سفر میں ان ہی ستاروں کے ذریعہ سمت متعین کی جاتی ہے، بہر حال اس زاویئے سے ان کی اس منفعت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے، اگر چاند نہ ہوتو ہم پھلوں کی مٹھاس اور مزے سے محروم ہوجائیں، نیز چاند ہی کی بدولت اور اسی کی اساس پر قمری مہینے کا نظام قائم ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

یسئلونک عن الأھلة قل ھی مواقیت للناس والحج . (۳)

آپ سے (لوگ) نئے چاند کے باب میں دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کے لئے حج کے لئے آلۂ شناخت اوقات ہیں۔ (ماجدی)

سورج کے طلوع وغروب کا نظام سراپا حکمت بھرا نظام ہے، اگر یہ نظام نہ ہوتا تو عالم اور نظام عالم یقیناً درہم برہم ہوجاتا، نہ صبح وشام کا اس طرح تسلسل ہوتا نہ کاروبار حیات رواں دواں ہوتا، نہ سورج طلوع ہوتا نہ لوگ اپنی معاش اور گزارے کی تلاش میں کوشاں

---

(۱) سورۂ نوح:۱۶ (۲) سورۂ انعام:۹۸ (۳) سورۂ بقرہ:۱۸۹

ہوتے ، نہ تجارتی سرگرمیاں ہوتیں نہ دفتری کام ہوتے ، بالآخر رات کی تاریکیوں میں لوگ کھو جاتے ـــــ اور اگر سورج ہمہ دم اور ہمہ وقت طلوع رہتا، غروب کا تصور نہ ہوتا، تو انسان کو راحت و آرام کیسے اور کیوں کر حاصل ہو پاتا؟ سکون و اطمینان نام کی کوئی چیز نہ ہوتی ، سورج کی آتشی گرمی اور تپش سے زمین آگ کا لاوا ہوتی ، کھیتیاں جل کر راکھ ہو جاتیں حیوانات تڑپ کر جاں بحق ہو جاتے ، سورج کے نظام طلوع وغروب کی قدر و قیمت ان خطے کے لوگوں سے پوچھئے ، جہاں چھ ماہ مسلسل سورج کی روشنی اپنے شباب پر رہتی ہے تو دوسرے چھ ماہ پورا خطہ مکمل تاریکی میں ڈوبا ہوا رہتا ہے، سورج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

هو الذى جعل الشمس ضياء والقمر نوراً . (۱)

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن ۔ (ماجدی)

دن و رات کے بارے میں ارشاد ہے :

هو الذى جعل لكم الليل لتسكنوا فيه والنهار مبصراً . (۲)

وہ وہی (اللہ) تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم اس میں چین اٹھاؤ اور دن کو (بنایا) دکھلانے والا ۔ (ماجدی)

ایک دوسری جگہ ہے :

وجعلنا الليل لباساً وجعلنا النهار معاشاً . (۳)

اور ہم نے رات کو پردہ کی چیز بنایا اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔ (بیان القرآن)

دن و رات اور روشنی و تاریکی کے اسی فلسفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

---

(۱) یونس:۵ (۲) یونس:۶۷ (۳) النباء:۱۰-۱۱

قـل أرأيتم أن جعل الله عليكم الليل سرمداً الى يوم القيمة من اله غير الله يأتيكم بضياء افلا تسمعون . (۱)

آپ کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کو لے آوے، تو کیا تم سنتے نہیں۔(بیان القرآن)

کھیتیاں اور پھلوں کے پکنے، سبزیوں اور ترکاریوں کا نشو ونما اور موسموں کی تبدیلی میں بھی اس کا اہم کردار ہے۔

الغرض چاند، سورج اور ستاروں کے جملہ فوائد نہ شمار کرائے جاسکتے ہیں اور نہ ہی یہ ہمارا مقصود ہے، البتہ اتنی بات بدیہی ہے کہ یہ سب کائنات کی ایسی حیرت انگیز مخلوق ہیں، جو نظام کائنات میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں اور جو کائنات کی ہیئت ترکیبی میں داخل ہیں، ماضی کے مشہور ومعروف مصنف اور عربی زبان و ادب ، قرآن وحدیث کے رموز سے یکساں طور پر واقف ، صرف ونحو، لغت اور علم بلاغت ومعانی اور بدیع کے مسلم امام حضرت جاحظؒ فرماتے ہیں :

قـال الـجـاحظ : اذا تأملت فی هذا العالم وجدته ، كالبيت الـمعد فيه كل ما يحتاج اليه ، فالسماء مرفوعة كالسقف ، والأرض ممدودة كالبساط ، والنجوم منورة كالمصابيح ، والإنسان كمالک البيت المتصرف فيه . (۲)

کائنات کی مثال اس گھر کی ہے، جس میں ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہوں، چنانچہ آسمان چھت کی مانند بلند، زمین فرش کی طرح بچھی ہوئی، ستارے چراغ کی طرح روشن اور حضرت انسان مالک مکان ہے، جسے تصرف کا پورا حق حاصل ہے۔

---

(۱) القصص:۷۲ (۲) تفسیر کبیر:۵۰۳/۱

انسان کی تخلیق

نعمت خواہ کتنی چھوٹی اور معمولی کیوں نہ ہو بہر حال قابل قدر اور لائق انتفاع ہوتی ہے اور جب وہ ایک عظیم اور غیر معمولی نعمت کا مقام رکھتی ہو، تو اس کی افادیت و اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، اس کی جس قدر اور جس طرح بھی قدر اور شکر گزاری کی جائے کم ہے، نعمت کا نعمت ہونا اسی وقت سمجھ میں آتا ہے اور نعمت اسی وقت نعمت بنتی ہے، جب اس کا صحیح اور درست استعمال ہو اور اس سے نفع اُٹھایا جائے۔

چنانچہ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں :

النعمة انما تسمى نعمة من حيث الانتفاع بها . (۱)

یہ زمین و آسمان اور جو کچھ بھی ان میں ہے، ایک بے بدل نعمت اور بے نظیر عطیہ ہے اس کا استعمال، اس سے نفع اندوزی اور پھر اس خالق کا شکریہ ادا کرنا جس نے انسان کے فائدے کے لئے اس کائنات کو ان گنت نعمتوں سے مالا مال کیا ہے، نہایت ضروری تھا، جو اپنے اندر مختلف قسم کی صلاحیتیں، عقل و فہم، ذہانت و فراست، اچھے برے کی تمیز، مفید و مضر کا فرق، درست و نادرست کا امتیاز رکھتی ہو اور وسائل قدرت کے استعمال کے طریقوں سے واقف ہو، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور خلیفۃ اللہ فی الارض کا مقام عطا کیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ کیا، تو فرشتوں سے فرمایا :

انی جاعل فی الارض خلیفة . (۲)

کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ (ماجدی)

تو فرشتوں نے جذبۂ خدمت سے سرشار ہو کر کہا :

أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک . (۳)

---

(۱) روح المعانی: ۲۱۴/۱ (۲) البقرہ: ۳۰ (۳) البقرہ: ۳۰

کیا تو اس میں ایسے کو بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اورخون بہائے گا، دراں حالاں کہ ہم تیری حمد کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تیری پاکی پکارتے رہتے ہیں! (ماجدی)

حضرت دریابادیؒ فرماتے ہیں :

فرشتوں کا یہ قول تمام تر وفور نیازمندی، اقرار وفاداری اور جوش جاں نثاری کا نتیجہ تھا جیسا کہ بعض محققین نے صراحتاً سمجھا ہے۔

لیس علی وجه الاعتراض علی الله ولا علی وجه الحسد علی بنی آدم کما یتوهمه بعض المفسرین (ابن کثیر) ولیس باعتراض علی الله ولا طعن فی بنی آدم علی وجه الغیبة : فانهم أعلی من أن یظن بهم ذلک ، (بیضاوی) لیس المقصود الا الاستفسار عن المرجح لا العجب والتفاخر ، (روح) علی طریقة قول من یحب خدمة مولاه ، وهو یأمر بها غیره أتستخدم العصاة وأنا مجتهد فیها أبوسعود . (۱)

فرشتوں کے استفسار کے جواب میں اللہ نے "إنی اعلم مالا تعلمون" فرمایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ مختلف صفتوں کی مٹی یکجا کریں، جب مٹی اکٹھا ہوگئی تو ایک مشت لے کر حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا اور سوکھنے کے لئے چھوڑ دیا، اس مرحلے میں ابلیس آپ کے مجسمے کے پاس سے گزرتا تو کہتا آدم کسی عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا جارہا ہے، اس کے بعد اللہ نے روح پھونکی، جو سب سے پہلے آنکھ اور ناک میں داخل ہوئی، آپ علیہ السلام کو چھینک آئی اور آپ نے برجستہ کہا: "الحمد للہ" اس کے جواب میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا: "یرحمک اللہ" یہ ایسی سنت ہے، جسے ابدیت حاصل ہوگئی اور آج تک اسلام میں زندہ ہے،

(۱) تفسیر ماجدی: ۹۶/۱

بالآخر حضرت آدم علیہ السلام ۶۰ ذراع کے لمبے چوڑے انسان کی شکل میں وجود میں آئے،(۱) پھر فرشتوں کے دلوں میں ان کی عظمت جاں گزیں کرنے کے لئے انھیں قبلہ بنا کر سجدہ کرنے کا حکم ہوا، فرشتوں نے امر خداوندی پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے سجدہ کیا، ابلیس نے تکبر، گھمنڈ اور خودرائی کا مظاہرہ کیا، جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے رائدۂ درگاہ اور ملعون ہوا، اس واقعہ کو حدیث شریف میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :

ان الله خلق آدم من تراب فجعله طيناً ثم تركه ، حتىٰ اذا كان حمأ مسنوناً ، خلقه وصوره ثم تركه ، حتى اذا كان صلصالاً كالفخار كان ابليس يمر به ، فيقول : لقد خلقت لأمر عظيم ثم نفخ الله فيه من روحه ، وكان اول ماجرى فيه الروح بصره وخياشيمة فعطس ، فقال : الحمد لله ، فقال الله : يرحمك ربك ، الحديث . (۲)

اسی واقعہ کو قرآن شریف نے نہایت ہی اختصار اور ایجاز واعجاز کے ساتھ بیان کیا ہے :

ولقد خلقنكم ثم صورنكم ثم قلنا للملئكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس . (۳)

اور ہم ہی نے تم کو پیدا کیا، پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے روبرو جھکو سو (سب) جھکے بجز ابلیس کے۔ (ماجدی)

آفرینش کی اولیں باتوں، مٹی سے تخلیق آدم اور فرشتوں کے سربسجود ہونے کے بارے میں یہ آیت ملاحظہ ہو :

اذا قال ربك للملئكة انى خالق بشراً من طين ، فاذا

(۱) فتح الباری:۶/۴۱۷ (۲) فتح الباری:۶/۴۱۹، باب خلق آدم وذريته
(۳) الاعراف:۱۱

سويته ونفخت فيه من روحى فقعوا له سجدين . (۱)

جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں
گارے سے ایک انسان کو بنانے والا ہوں، سو میں جب اس کو
پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی جان ڈال دوں تو تم سب اس کے
روبرو سجدہ میں گر پڑنا۔(بیان القرآن)

پیدائش سے لے کر جنت میں جانے تک کے واقعات کی تفصیل نگاری سے گریز کرتے ہوئے کہ تفسیر قرآنی کا موضوع ہے، صرف اس بات کی طرف اشارہ کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو جب تنہائی کا احساس ستانے لگا، تو آپ کی دل بستگی و دل جوئی اور تنہائی کا احساس ستانے لگا، تو آپ کی دل بستگی و دل جوئی اور تنہائی و اکیلے پن کی وحشت کو دور کرنے کے لئے حوا علیہا السلام کو آپ کے پہلو سے پیدا کیا گیا، جس کی ایک بہت بڑی اور اصل غرض، نسل انسانی کی افزائش اور نظام عالم کی باگ ڈور بنی نوع انسان کے سپرد کرنا تھی، پھر قدرت کے مطابق آدم اور حوا سے وہ غلطی سرزد ہوئی، جس کی پاداش میں دونوں دنیا میں اتارے گئے اور دنیا ان کی اولاد کے لئے گہوارۂ حیات بن گئی، یہیں آپ کی اولادیں ہوئیں، ان کی آپس میں شادیاں ہوئیں، آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھی، آبادیاں قائم ہوئیں، بستیاں بسیں، زندگی گزارنے، رہنے سہنے، وسائل واسباب سے بہرہ ور ہونے کے من جانب اللہ طریقے سمجھائے گئے، جو ترقی کے مختلف مدارج سے گذر کر موجودہ زمانے کی بام وعروج تک پہنچنے والی ترقی، تہذیب وتمدن اور علمی کمالات کی شکل میں رونما ہیں، نسل انسانی کے پھیلاؤ اور اس کی بنیادی مراحل کے بارے میں آیات کریمہ ملاحظہ ہوں :

یآ ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة
وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونسآء . (۲)

---

(۱) صٓ:۷۱-۷۲ (۲) النساء:۱

اے لوگو! اپنے پروردگار سے تقویٰ اختیار کرو جس نے تم (سب)
کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس جوڑا کو پیدا کیا
اور ان دونوں سے بہ کثرت مرد اور عورت پھیلا دیئے۔ (ماجدی)

خلقكم من نفس واحدة وجعل منها زوجها . (۱)

اس نے تم لوگوں کو تن واحد سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کا جوڑا
بنایا۔ (بیان القرآن)

مرد و زن کے اختلاط کے نتیجے میں حقیر اور گندے پانی یعنی نطفہ سے اشرف المخلوقات کی تخلیق اور اس کے مراحل زاویے اور رموز و باریکی کی وضاحت خود قرآن کریم نے اتنے واشگاف انداز میں کی ہے کہ آج کی سائنسی علوم و آگہی کی حامل عقلیں بھی محو حیرت و استعجاب ہیں، اگر اس حوالے سے خدائی فرمان نہ ہوتا تو انسانی عقلیں اس ادراک سے قاصر رہتیں، قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ ہو :

ولقد خلقنا الإنسان من سللة من طين ثم جعلنه نطفة في قرار مكين ، ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظماً فكسونا العظٰم لحماً ثم أنشأناه خلقاً آخر ، فتبٰرك الله احسن الخالقين . (۲)

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا، پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو کہ ایک محفوظ مقام میں رہا، پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے اس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا، سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ (بیان القرآن)

---

(۱) الزمر:۶ (۲) المومنون:۱۲-۱۴

اسی مضمون کو زیادہ وضاحت کے ساتھ حدیث شریف میں یوں بیان کیا گیا ہے :

ان خلق أحدكم يجمع فى بطن أمه أربعين يوماً و اربعين ليلة ثم يكون علقة مثله ثم يكون مضغة مثله ثم يبعث الله اليه الملك فيوذن بأربع كلمات ، فيكتب رزقه وعمله وأجله ، وشقى أوسعيد ، ثم ينفخ فيه الروح فان أحدكم ليعمل بعمل أهل الجنة لا يكون بينها وبينه الاذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل عمل أهل النار فيدخل النار ، وان أحدكم ليعمل عمل أهل النار حتى ما يكون بينه وبينها الاذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل عمل اهل الجنة فيدخلها . (۱)

تم میں سے ہر ایک کی تخلیق کے مراحل اس طور پر طے ہوتے ہیں کہ چالیس روز تک یا فرمایا: چالیس رات تک وہ اپنی ماں کے پیٹ میں بہ شکل نطفہ رہتا ہے، پھر وہ خون کا ایک لوتھڑا بن جاتا ہےاور وہ اسی حال میں چالیس دن تک مادر رحم میں پڑا رہتا ہے، پھر وہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہےاور چالیس روز تک یوں ہی رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو اس کے ذمے چار کام سپرد کر کے اس کے پاس بھیجتا ہے؛ چنانچہ وہ فرشتہ اس کا رزق لکھتا ہے (کہ وہ دنیا میں کتنا رزق استعمال کرے گا اور کس طرح) اور اس کا عمل لکھتا ہے (کہ وہ کیا عمل کرے گا) اور اس کی موت کا وقت لکھ دیتا ہے (کہ اس کی موت کب آئے گی) اور یہ بھی لکھتا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بدنصیب ، پھر وہ فرشتہ (بے

---

(۱) بخاری:۲/۱۱۱۰-۱۱۱۱

جان جسم میں) روح پھونکتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ ایک شخص
جنتیوں والا عمل کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے
بیچ صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر تقدیر غالب
آجاتی ہے اور وہ جہنمیوں والا عمل کر گزرتا ہے اور جہنم کا مستحق
ہوجاتا ہے، اسی طرح ایک شخص جہنمیوں والا عمل کرتا جاتا ہے،
یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے بیچ صرف ایک گز کا فاصلہ رہ
جاتا ہے کہ اس پر نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں والا
عمل کر گزرتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔

منی سے انسان کو پیدا کیا، خوبصورت اور پرکشش بنایا، اشرف المخلوقات ہونے کا شرف عطا کیا، یہ ایک عظیم احسان اور بڑا فضل ہے، جسے یوں جتایا گیا :

انا خلقنا الانسان من نطفة أمشاج نبتليه فجعلنه سميعاً بصيراً . (۱)

ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلّف بنائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ (بیان القرآن)

ایک دوسری جگہ ہے :

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقويم . (۲)

کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے۔

ایک ہی ماں باپ کی اولاد میں اس قدر اختلاف کہ ہر خطے میں بسنے والوں کے رنگ روپ جسمانی ساخت، چال ڈھال، بول چال، رہن سہن، تہذیب وتمدن، معاشرت ومعیشت اور خانگی احوال ایک دوسرے سے جدا اور مختلف ہیں، رب کائنات کی قدرت کاملہ کی دلیل اور اس کی عظمت وربوبیت کی نشانی ہے۔

---

(۱) الدھر:۲ (۲) التین:۴

ومن آيته خلق السموات والارض واختلاف ألسنتكم وألوانكم . (۱)

اوراس کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب ولہجہ اور رنگتوں کا الگ الگ ہونا ہے۔(بیان القرآن)

سورہ نوح میں ہے :

وقد خلقنكم اطواراً . (۲)

حالاں کہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔(بیان القرآن)

مذکورہ اختلاف کے مبدأ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان الله خلق آدم من قبضة قبضها من جميع الارض فجاء بنو آدم على قدر الارض فجاء منهم الأحمر والأبيض والأسود و بين ذلک والسهل الحزن والخبيث والطيب . (۳)

اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا جو زمین کے تمام علاقوں سے حاصل کی گئی ، چنانچہ بنی آدم مٹی کے اختلاف کی بنیاد پر لال، سفید، سیاہ اور مختلف رنگوں کی ہے اور وہ نرم خو، سخت طبیعت یا اچھے اور بُرے ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) روم:۲۲ (۲) نوح:۱۴

(۳) ترمذی:۲/۱۴۴

دوسرا باب

آلودگی اور اسلامی تعلیمات

آلودگی اور اسلامی تعلیمات

اولاد بنی آدم کو جو عزت اور شرف حاصل ہے اور جس درجہ ان کی تکریم کی گئی ہے، کائنات کا وہ ایک روشن باب ہے، دار فانی کا اپنی تمام تر رعنائیوں اور کششوں کے ساتھ جلوہ افروز ہونا ان ہی کی رہین منت اور گردش زمانہ کے تمام انقلابات ان ہی کی دین ہے، سائنسی ترقیوں کی وجہ سے خشکی وتری اور بحر و بر سے لے کر فضاء تک ان کی پہنچ اور ان کا زور ہے، آج گویا دنیا کفِ دست کی طرح ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے ہے، قرآن کریم میں اس تکریم کو اس طرح واضح کیا گیا :

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنهم فی البر والبحر ورزقنهم من الطیبت وفضلنهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً . (۱)

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔ (بیان القرآن)

اس عزت افزائی کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خدا کی جانب سے عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتا، ان کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتا اور آسمانی ہدایات کی روشنی میں زندگی گزارتا، مگر انسان جو نعمتوں کے اژدحام میں گھرا ہوا ہے اور ''مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے'' کا راگ الاپ رہا ہے، وسائل قدرت کا صحیح استعمال تو درکنار، انھیں نقصان پہنچانے سے باز رہنا بھی اسے گوارہ نہیں، جن چیزوں پر انسانی حیات موقوف ہے، ان کو آلودہ کرنے

(۱) سورہ بنی اسرائیل: ۷۰

اورحیوانات ونباتات پر پڑنے والے ان کے اثرات سے غافل عیش وعشرت کی داد دینے میں مصروف ہے، نہ اپنی جان کی فکر ہے، نہ پیڑ پودوں کی۔

عالم اور نظام عالم اس لئے پیدا کئے گئے تھے کہ گہوارۂ امن وسلامتی رہے؛ مگر انسان جس میں شر وفساد کی صلاحیت بھی امتحان کے لئے رکھی گئی ہے، اب اسے یہ گوارہ نہیں، فطرت کی اسی کمزوری کی طرف شیطان نے راہ پائی تھی اور باری تعالیٰ کے حضور دعویٰ کیا تھا:

ولا ضلنهم ولا منينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الانعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله . (۱)

اور میں انھیں گمراہ کر کے رہوں گا، ان میں ہوس پیدا کر کے رہوں گا اور انھیں حکم دوں گا، چنانچہ وہ چوپایوں کے کانوں کو تراشیں گے اور انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کریں گے۔(۲)

بے شک آج انسان حیوانوں سے آگے نکل چکا ہے، خدائی نظام میں رخنے ڈال رہا ہے، ماحول کو ابتر کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے کوشاں ہے —— انسانی کرتوتوں اور اعمال بد کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا میں مختلف قسم کی آلودگیوں اور گندگیوں سے اموات کے دردناک مناظر سامنے آ رہے ہیں، قسم قسم کی لاعلاج بیماریاں جنم لے رہی ہیں، پالتو جانوں سے لے کر جنگلی جانوروں تک اور پانی میں زندگی بسر کرنے والے جانوروں سے لے کر فضاء میں اُڑنے والے چرند پرند تک سب موت وزیست کے دوراہے پر کھڑے اپنی باری کے منتظر ہیں؛ حالاں کہ اسلامی تعلیمات اس قدر واضح، بے غبار اور کثیر تعداد میں موجود ہیں، جو اپنی ہمہ گیریت کی وجہ سے زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہیں اور جن کی ہدایت میں زندگی بسر کرنے اور جن کو روبعمل لانے سے دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ماحولیات کی آلودگی بآسانی حل ہوسکتا ہے۔

---

(۱) النساء:۱۱۹ (۲) تفسیر ماجدی

فساد پھیلانے کی ممانعت

آلودگی ایک ہمہ گیر فساد ہے، جس کے دامن میں تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں، قرآن کریم نے فساد پھیلانے سے بڑی تاکید کے ساتھ منع کیا ہے :

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا . (۱)

اور ملک میں اس کی درستی کے بعد فساد نہ مچاؤ۔(۲)

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہے :

کلوا واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین . (۳)

کھاؤ، پیو اللہ کے (دیئے ہوئے) رزق سے اور زمین پر شرارتی بن کر مت پھرو۔(۴)

پروردگار عالم نے خوراک اور پانی کے حصول سے منع نہیں فرمایا؛ اس لئے کہ یہ بقائے زندگی کے لئے لازم ہے؛ مگر آلودگی کے ارتکاب سے ضرور روکا، اس لئے کہ یہ ایک ایسا ہمہ جہت فساد ہے کہ جس کا دھارا پھوٹنے کے بعد رُک نہیں سکتا، ایک جگہ حکیمانہ انداز میں عدم توازن کی شناعت بیان کرتے ہوئے فساد فی الارض سے باز رہنے کی تلقین کی گئی :

فأوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس اشیاء ھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا . (۵)

تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ۔(۶)

---

(۱) سورۂ اعراف:۸۶ (۲) تفسیر ماجدی
(۳) سورۂ بقرہ:۶۰ (۴) تفسیر ماجدی
(۵) سورۂ اعراف:۵۵ (۶) بیان القرآن

دراصل فساد، نظامِ فطرت میں تبدیلی لانے، بگاڑ پیدا کرنے اور انسانی ماحول اور گردو پیش کی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کے لئے اللہ نے جو انتظام وانصرام کیا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے کا نام ہے، اہلِ لغت فساد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

الفساد فی اصل اللغة : هو تغير الشئ عن الحال السليمة خروجه عن الاعتدال فهو ضد الصلاح ، يقال فسد اللبن والفاكهة والهواء اذا اعتراه تغير او عفونة حتى أصبح غير صالح ثم استعمل لغة فی جميع الاشياء والأمور الخارجة عن نظام الاستقامة كالبغی والظلم والفتنة ، وعليه قوله تعالى : " ظهر الفساد فی البر والبحر " . (۱)

فساد کا معنی لغت میں کسی چیز کی حالت سلیم کا بدل جانا اور اعتدال سے نکل جانا ہے، ''فساد''، ''صلاح'' کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: ''فسد اللبن'' دودھ خراب ہوگیا، میوہ خراب ہوگیا، ہوا خراب ہوگئی، جب کہ اس میں تغیر آجائے اور تعفن پیدا ہوجائے اور درست باقی نہ رہے، پھر بعد میں فساد کا لفظ لغوی اعتبار سے ان تمام اشیاء اور اُمور کے لئے استعمال کیا جانے لگا، جو نظامِ استقامت سے نکل گئے ہوں، جیسے: بغاوت، ظلم، فتنہ، اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''ظهر الفساد الخ'' اسی معنی میں ہے۔

لہٰذا جو لوگ قوانینِ فطرت کو بدلنا چاہتے ہیں یا بدل رہے ہیں اور نظامِ فطرت کو درہم برہم کرنے میں لگے ہوئے ہیں، یا ایسے اسباب وعوامل پیدا کررہے ہیں، جن سے ماحولیات کو نقصان پہنچ رہا ہے، ہوا کی کثافت، فضاء کی آلودگی اور پانی کی سَمیت میں اضافہ ہورہا ہے، جس کی وجہ سے انسانی وجود کو شدید خطرات لاحق ہوگئے ہیں، درحقیقت وہ پوری

---

(۱) مفردات الراغب للأصفهانی ، والمصباح ، والقاموس المحيط ، واساس البلاغة ، بحواله : المدخل الفقهی العام:۲/۶۷۳

انسانیت کے دشمن، خدا کے سرکش، باغی، شیطان کے پیرو، ابلیس کے چیلے اور اسلامی نقطۂ نظر سے عظیم فسادی ہیں، اس لئے کہ سب سے پہلے شیطان نے ہی نظام فطرت میں تبدیلی لانے کی کوششوں کا اعلان کیا تھا :

وان یدعو الا شیطاناً مریداً لعنه الله وقال لأتخذن من عبادک نصیباً مفروضاً ولا ضلنهم ولأمنينهم ولامرنهم فليبتكن آذان الانعام ولأمرنهم فليغرن خلق الله ومن يتخذ الشيطن ولياً من دون الله فقد خسر خسراناً مبيناً . (۱)

اور یہ لوگ پکارتے بھی ہیں تو بس شیطان سرکش کو، اس پر لعنت کی ہے اللہ نے اور وہ کہہ چکا ہے کہ میں تیرے بندوں میں اپنا مقرر حصہ لے کر رہوں گا اور میں انھیں گمراہ کر کے رہوں گا اور ان میں ہوس پیدا کر کے رہوں گا اور انھیں حکم دوں گا؛ چنانچہ وہ چوپایوں کے کانوں کو تراشیں گے اور انھیں حکم دوں گا، تو اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کریں گے اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے گا، وہ یقیناً کھلے ہوئے نقصان میں رہے گا۔(۲)

ایسی ذہنیت رکھنے والوں کی آج بھرمار ہے، جو بظاہر میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں، انسانیت نواز ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور خود کو حقوق انسانی کے تحفظ کا علم بردار بتاتے ہیں؛ لیکن ان خوبصورت، دل نواز اور پرشکوہ جملوں اور فقروں کے پیچھے فتنہ وفساد، مخصوص نظریۂ مذہب (مذہب اسلام) رکھنے والوں کی ہلاکت وتباہی، پرسکون ماحول اور صالح معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے اور خود کو بلند بالا ظاہر کرنے کی ابلیسی خواہش کارفرما ہوتی ہے، اندرون خانہ وہ چاہتے ہیں کہ انسانی نسل تباہ برباد ہوجائے اور اس کی بقاء کے تمام راستے مسدود ہوجائیں، یہ فساد سب سے بڑا فساد ہے، آج بالخصوص یورپی ممالک اور ان کی حریف

(۱) نساء:۱۱۷تا۱۱۹ (۲) تفسیر ماجدی

سلطنتیں اس میدان میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لئے کوشاں ہیں، دفاعی ساز وسامان کی تیاری درحقیقت فساد کے نت نئے راستے ڈھونڈنے کا نام ہے، فی زمانہ زمین کے اکثر حصوں پر خون کی ہولیاں کھیلی جارہی ہیں، انسان کا گرم اور گراں قیمت خون گندے نالوں کے میلے پانی کی طرح بہہ رہا ہے، جدید سہولتوں سے آراستہ ہتھیاروں، بموں، میزائلوں، نیز ایٹمی اسلحہ کے استعمال سے فضائی آلودگی کے سبب باشندگانِ عالم موت وزیست اور مفلوجی کی زندگی گزارر ہے ہیں، زرعی پیداوار میں بتدریج کمی ہورہی ہے، زمین کاشت کی صلاحیتوں سے محروم ہوتی جارہی ہے، انھیں فاسد ذہنیت کے حاملین کے بارے میں قرآن کریم نے کہا :

ومن الناس من يعجبک قوله في الحيوة الدنيا ويشهد الله على مافي قلبه وهو الد الخصام ، واذا تولى سعى في الارض ليفسد فيها ويهلک الحرث والنسل والله لا يحب الفساد ، واذا قيل له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد . (۱)

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے کہ اس کی گفتگو جو دنیوی غرض سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ کو گواہ لاتا ہے ! دراں حالاں کہ وہ شدید ترین دشمن ہے اور جب پیٹھ پھیر جاتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ زمین پر بگاڑ پیدا کرے اور کھیتی اور جانوروں کو تلف کرے، دراں حالیکہ اللہ بگاڑ بالکل پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ خوف خدا کر تو اسے نخوت گناہ پر (اور زیادہ) آمادہ کرتی ہے سو اس کے لئے جہنم بس ہے اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے۔(۲)

---

(۱) سورۂ بقرہ:۲۰۴ تا ۲۰۶ (۲) تفسیر ماجدی

امام رازیؒ لکھتے ہیں :

فالمراد أن ذلک الفساد عظیم لا أعظم منه لان المراد منها علی التفسیر الاول اهلاک النبات والحیوان وعلی التفسیر الثانی اهلاک الحیوان بأصله وفرعه ، وعلی الوجهین فلا فساد أعظم منه فان قوله : " ویهلک الحرث والنسل" من الالفاظ الفصیحة جداً للدلالة مع اختصارها علی المبالغة الکثیرة . (۱)

مراد اس بات کا بیان کرنا ہے کہ یہ فساد و بگاڑ فسادِ عظیم ہے، اس سے بڑا کوئی فساد نہیں؛ اس لئے کہ اس کی مراد پہلی تفسیر کی بنیاد پر نباتات وحیوانات کو نیست و نابود اور تباہ و برباد کرنا ہے اور دوسری تفسیر کی بنیاد پر حیوانات کو ان کی اصل وفرع سمیت ہلاک کر دینا ہے، خواہ جو بھی تفسیر کی جائے، بہر حال اس سے بڑا کوئی فساد نہیں، لہٰذا فرمان باری ''یہلک الحرث والنسل'' بہت ہی فصیح الفاظ پر مشتمل ہے، جو مختصر ہونے کے باوجود بہت زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔

انسان ہی ہے جس نے اپنی زندگی خود اجیرن کر لی ہے اور خوش نما ماحول کو جو بقاء وزندگی کے لئے تھا، تباہی و بربادی کا سامان بنالیا ہے۔

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت أیدی الناس . (۲)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔(۳)

امام رازیؒ رقم طراز ہیں :

---

(۱) تفسیر کبیر: ۲۱۹/۳ (۲) سورۂ روم: ۴۰ (۳) بیان القرآن

> ہر فساد و بگاڑ کا سبب شرک وخدا ناشناسی اور خدا بیزاری ہی ہوتا ہے ؛ لیکن اس کے مظاہر الگ الگ ہوتے ہیں ، کبھی اس کا اظہار عمل سے ہوتا ہے ، کبھی قول سے ، کبھی اعتقاد سے ، اگر صرف عمل کے ذریعے خدا شناسی اور خد بیزاری کا اظہار ہوتو اسے فسق وعصیان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۱)

گویا جو لوگ قولاً اور اعتقاداً خدا پرست ہیں ، لیکن عملاً فساد اور بگاڑ میں مبتلا ہیں اور اس کا سبب بن رہے ہیں ، وہ عملاً خدا بیزاری کے مرتکب ہیں ، اسی طرح نسل انسانی اور حیوانات کو تباہی کے دھانے پر لے جانے والی تمام کوششیں بھی عملی خدا بیزاری کے تحت آئیں گی ، جو اسلامی مزاج و مذاق کے بالکلیہ متصادم اور اس سے غیر ہم آہنگ ہے، اسلام ان تمام طریقوں کی نفی کرتا ہے ، جن سے خدا ناراض ہو اور ان تمام طریقوں کی حمایت کرتا ہے، جو رضاء الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہوں۔

فضول خرچی کی ممانعت

آلودگی کا ایک سبب فضول خرچی اور وسائل قدرت کا بے دریغ استعمال بھی ہے ، ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک ، جنھیں اپنی ظاہری ترقی پر ناز ہے اور جو عدل وانصاف ، تہذیب واخلاق اور ڈسپلین کا علم اُٹھائے پورے عالم میں ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں، سب سے زیادہ اس جرم کے مرتکب ہیں کہ بے انصافیاں ان کے یہاں ہیں ، بے اعتدالیاں ان کے یہاں زور پکڑ رہی ہیں ، کمزوروں اور مجبوروں کے حقوق ان کے یہاں سلب ہو رہے ہیں، قدرت کے وسائل بے فکری کے ساتھ ان کے یہاں استعمال ہو رہے ہیں، چنانچہ آج آلودگی میں تنہا امریکہ 35 فیصد کا ذمہ دار ہے اور وسائل کے استعمال کی شرح بھی اتنی ہی ہے، جب کہ وہ دنیا کی آبادی کا صرف پانچ فیصد ہے۔

(۱) تفسیر کبیر

اسلام نے اس قسم کے بے جا اور فضول استعمال سے منع کیا ہے، تا کہ ہر شخص اپنی ضرورت پوری کر سکے، ظاہر سی بات ہے کہ جب ایک طبقہ غیر ذمہ دارانہ طریقے سے بے حد وحساب کسی چیز کا استعمال کرے گا، تو دوسرا طبقہ یقیناً محروم رہے گا، اس لئے کہ ہر چیز صارفین کے اندازے سے پیدا کی گئی ہے، قرآن کریم نے اس پر قدغن لگاتے ہوئے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے :

ولا تبذر تبذیراً ، ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربه کفوراً . (۱)

اور بے موقع مت اُڑانا ، بے شک بے موقع اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔(۲)

جب کبر وغرور، عجب ونخوت کسی قوم یا کسی جماعت میں در آتی ہے، تو ناانصافی و بے اعتدالی اور ظلم وزیادتی کا دور دورہ ہو جاتا ہے، ہر چیز میں تفریق برتی جانے لگتی ہے، ماحول کشیدہ اور زندگی دوبھر ہو جاتی ہے، اس لئے اسلام نے تکبر اور گھمنڈ سے بار بار منع کیا ہے اور تواضع وانکساری کی تعلیم دی ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے :

ولا تمشِ فی الارض مرحاً ، انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا . (۳)

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل، تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔(۴)

تکبر ہی کی وجہ سے ابلیس کو دربار خداوندی سے ذلیل وخوار نکلنا پڑا :

قال فاهبط منها فما یکون لک ان تتکبر فیها فاخرج انک من الصغرین . (۵)

---

(۱) سورۂ بنی اسرائیل:۲۶-۲۷ (۲) بیان القرآن (۳) سورۂ بنی اسرائیل:۳۷
(۴) بیان القرآن (۵) سورۂ اعراف:۱۳

حق تعالیٰ نے فرمایا: آسمان سے اتر، تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ
تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر، سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں شمار
ہونے لگا۔(۱)

آسمانی قانون اور خدائی فرمان ہے کہ جب کسی قوم یا طبقہ اور گروہ کو خوش حالی نصیب ہوتی ہے، پیداوار کی کثرت ہو جاتی ہے اور وسائل واسباب کی بہتات، تو اس کے دل میں شیطانی اُمنگیں جوش مارنے لگتی ہیں، حکم عدولی کا جذبہ اُبھرتا ہے اور بالآخر اللہ کی پسند وناپسند کو پس پشت ڈالتے ہوئے شیطانی ذہنیت کے ساتھ وہ خدا کی نعمتوں کا بے تحاشہ استعمال کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم اور طبقہ کی گرفت کرنا شروع کر دیتا ہے، گرفت اتنی شدید ہوتی ہے کہ کوئی فرد اس کی ضرب سے محفوظ نہیں رہ پاتا، ہلاکت وتباہی اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

واذاأردنا ان نهلک قرية أمرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا . (۲)

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش
لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں،
تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے، پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر
ڈالتے ہیں۔(۳)

اس آیت کی روشنی میں ذرا غور کیجئے کہ کیا آلودگی پھیلا کر خدا کے حکم سے روگردانی کرنے والی آج کی یہ مہذب دنیا اپنی ہلاکت وتباہی کا سامان بذات خود مہیا نہیں کر رہی ہے؟ اور کیا اس پوزیشن میں وہ ہلاکت وتباہی کے آخری کنارے پر کھڑی ہوئی نہیں ہے؟

نفس انسانی کا تحفظ

یوں تو دنیا کے تمام مذاہب نے انسانی نفوس کی حفاظت کی تعلیم دی ہے؛ لیکن اسلام

(۱) بیان القرآن (۲) سورۂ بنی اسرائیل:۱۶ (۳) بیان القرآن

تمام گوشہ ہائے زندگی کی طرح اس مسئلے میں بھی خاص امتیازی مقام رکھتا ہے، اسلام کی انفرادی خصوصیت ہے کہ اس نے ایک فرد بشر کے قتل کو ساری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا ہے اور ایک فرد کی جاں بخشی کو ساری انسانیت کو پروانۂ آزادی وحیات دینے کے مماثل قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انه من قتل نفساً بغیر نفس أو فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ، ومن أحیاها فکأنما أحیا الناس جمیعاً . (۱)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچالیوے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا۔ (۲)

آج آلودگی اور ماحولیات کے باعث ہر سال لاکھوں افراد گدلے پانی سے بیمار ہو کر مر رہے ہیں، تقریباً ایک ہزار بچے فی گھنٹہ موت کی گھاٹ اُتر رہے ہیں، یہ ایک طرف تو اسلام کی امن پسند تعلیم سے اعراض کا تقاضا ہے اور دوسری طرف باشندگانِ عالم کے کرتوت کے نتائج ہیں، اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے یہ تقابل کافی ہے، جو ابھی ذکر کیا گیا۔

آلودگی پھیلانا ناشکری ہے

کسی نعمت کے صحیح استعمال نہ کرنے کا نام ناشکری ہے، ہم آلودگی پھیلا کر بے شمار نعمتوں کی فطری صلاحیتیں ختم کر کے منعم حقیقی کی ناشکری کا عظیم گناہ اپنے سر لے رہے ہیں، انسان کے ناشکرے پن کا ذکر خود قرآن کریم نے یوں کیا ہے :

---

(۱) سورۂ مائدہ: ۳۲ (۲) بیان القرآن

ولقد مکنکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش ، قلیلاً ماتشکرون .(۱)

اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامانِ زندگانی پیدا کیا، تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔(۲)

اسی ناشکری اور احسان فراموشی کی پاداش میں سابقہ اُمتوں پر طرح طرح کے عذاب نازل ہوئے، قسم قسم کی عمومی اور ہمہ گیر مصیبتوں میں انھیں گرفتار کیا گیا، خدا کا قہر وغضب اور پھٹکار ان پر اس طرح ہوئی کہ چشم فلک بھی حیران و پریشانی کے عالم میں اشک بار ہوگئی، اس کے دل دوز اور بھیانک مناظر، آئینۂ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ثبت ہوگئے، ان کے باقیات کو اللہ نے تازیانۂ عبرت بنادیا، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر ان واقعات کا تذکرہ کیا اور بندگانِ خدا کو برے انجام سے ڈرایا ہے، ایک موقع پر ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فأرسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم آیت مفصلت ، فاستکبروا قوماً مجرمین . (۳)

پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے، سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔(۴)

یہ اور بات ہے کہ اس طرح کا عمومی عذاب اُمت محمد ﷺ پر نہیں آسکتا کہ پوری کی پوری نسل تباہ و برباد کردی جائے، مگر اتنی بات تسلیم کرنے میں کسی کو پس و پیش نہ ہوگا کہ اس قسم کی عام اور ہلاکت خیز بیماری یا ہیضہ کسی خاص ملک یا خاص علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لے، چنانچہ آج یہ چیز مجسم حقیقت بن کر ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، یورپی ممالک

(۱) سورۂ اعراف:۱۰ (۲) بیان القرآن

(۳) سورۂ اعراف:۱۳۳ (۴) بیان القرآن

کینسر اور ایڈز جیسے عام تباہی پھیلانے والے لا علاج امراض کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں، مسلسل خانہ جنگی کی وجہ سے بارود کا ڈھیر بن جانے والا براعظم افریقہ، کسمپرسی کی حالت میں ان مہلک امراض اور وبا کی مار کھا رہا ہے،" ڈبلو، ایچ، او W.H.O کی رپورٹ کے مطابق ملاوی کی ایک تہائی آبادی ایڈز جیسی لا علاج بیماری میں مبتلا پائی گئی، اس کے علاوہ مجموعی طور پر 6 ملین افریقی نوجوان ایڈز کا اور 10 ملین نوزائیدہ بچے H.I.V کا شکار ہیں"۔(۱)

اب برصغیر کے ممالک بھی ان کے اثر سے محفوظ نہیں، اس کے جہاں اور اسباب ہیں، وہیں زمینی، فضائی، آبی اور آتشی آلودگی کا پھیلاؤ بھی ایک اہم سبب ہے۔

دنیا کی تخلیق اور آلودگی کی بہتات

ماہرین کا خیال ہے کہ کائنات پندرہ بلین قدیم ہے، جب کہ ہماری زمین کی پیدائش کو صرف 4.6 بلین سال گزرے ہیں انسانوں کی آمد سے پہلے جب کاروبار حیات کا آغاز ہوا تھا تو انجانی مخلوق یہاں بسا کرتی تھی، اب تک کم و بیش ایک بلین کے لگ بھگ جانداروں کی نسلیں (Species) زمین پر بستی رہی ہیں، جن میں سے ۹۸ فیصد ناپید (Extinct) ہو چکی ہیں، اگر بقول ماہرین فرض کریں کہ انسان آج سے 100,000 سال پہلے یہاں آباد ہوا تو پھر تہذیب کو اُبھرے ہوئے فقط 10,000 سال گزرے ہیں، اگر زمین کی زندگی (4.6 بلین سال) ایک سال کی فلم پر محیط کرلیں، (146 سال فی سکنڈ کے پیمانے پر) تو انسان کی آمد کو کسی انگریز نے یوں لکھا ہے :

> **I Fwe Compact the history of earth in a movie Iasting one yer, Life Would not appcar before march, multi Cellular organism not before No vember, Dinosaurs not until december 13, (Lasting 26 The Deconly) .**

---

(۱) روزنامہ مصنف، حیدرآباد، یکم جولائی بروز اتوار-۲۰۰۱ء

Mammais not until December 15, Hono Sapiens not until eleven minute to mid night and Civilization Just one Minute ago, There Fore Civillzation is only 0,000002% of ear Th's life . (1)

اب آپ خود اندازہ لگائیے کہ اتنے مختصر سے عرصۂ حیات میں حضرت انسان نے حیات پُر بہار کو کس قدر ناگوار اور اذیت ناک بنالیا ہے، اس سے کسی طرح بھی انسان روند کر رکھ دینے کے درپے ہے، صنعتی ترقی جو درحقیقت تنزل ہے، نے ماحول کو ابتر سے ابتر بنادیا ہے، کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ کائنات جس مخلوق کے لئے سجائی گئی، وہی اس کے دل ربا اور جاں فزا ماحول کو بورس کے ہاتھیوں کی طرح تباہ و برباد کررہی ہے، مختصر یہ کہ انسان نے اپنی ہی کارستانیوں اور ناعاقبت اندیشیوں سے گل وگلزار ماحول کو سراپا جہنم بنالیا ہے، آیئے انسانی کرتوتوں پر مختصر نظر ڈالتے ہیں :

جانداروں کا ناپید ہونا	:	40 سے 140 اقسام روزانہ
آلودہ پانی سے اموات	:	کئی ملین افراد سالانہ
اوزون کی چادر کا محدود ہونا	:	ناقابل برداشت حد تک
تیزابی بارش کے شاخسانے	:	یورپ، ترقی یافتہ ممالک کے ہزاروں مردہ جھیلیں
فضائی وزمینی آلودگی کے آلام	:	لاکھوں افراد مبتلائے آلام
جنگلات کی محرومی	:	فٹ بال گراؤنڈ فی سکنڈ
بھوک سے اموات	:	40 ملین افراد سالانہ
فضائی آلودگی کا شکار	:	دو بلین افراد
صاف پانی کی متلاشی	:	دنیا کی آدھی آبادی (۲)

(1) ملاحظہ کیجئے: قرآن اور ماحولیات: ۵۲-۵۳ (۲) قرآن اور ماحولیات: ۵۵-۵۶

نظافت کی تعلیم

اسلام نے نہ صرف یہ کہ ذاتی اور شخصی نظافت کا حکم دیا ہے؛ بلکہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر انتہائی حد تک پاکیزگی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے، اس باب میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے ان تمام ذرائع کا سد باب کیا ہے، جن سے کسی فرد خاص کی طبیعت سلیمہ کو گزند پہنچے یا عام لوگوں کو تکلیف کا سامنا ہو، اپنی ذات کی صفائی ہو یا گھر کی، ماحول اور پڑوس کی نظافت کا مسئلہ ہو یا گاؤں کی سڑکوں، ندیوں، نالوں اور عام گزرگاہوں کی حفاظت کا، ہر زاویہ سے اسلام نے اپنے ماننے والوں اور دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کی ہے، فقہ اسلامی کا پورا ایک باب ہی ''باب الطہارت'' کے نام سے معروف ہے، اسلامی عبادات کی صحت کا مدار بھی طہارتِ نفس و مکان سے متعلق ہے، قرآن کریم، جو الٰہی قانون کا سرچشمہ ہے، اس کا ارشاد ہے :

ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين . (۱)

یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے۔(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ نے ایک مسجد کی تعمیر کی تھی اس کا نام تھا ''قبا''، جس محلے میں یہ مسجد آباد تھی، وہاں کے صحابہ رضی اللہ عنہم صفائی اور پاکی کے لئے جب استنجاء سے فارغ ہوتے تو ڈھیلے کے استعمال کے ساتھ ساتھ پانی بھی استعمال کرتے، ان کی تعریف میں آیت نازل ہوئی :

لمسجد أسس على التقوىٰ من اول يوم أحق أن تقوم فيه ،
فيه رجال يحبون أن يتطهروا ، والله يحب المطهرين . (۳)

البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس

---

(۱) سورۂ بقرہ:۲۲۲ (۲) بیان القرآن
(۳) سورۂ توبہ:۱۰۷

لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے آدمی ہیں
کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب
پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔(۱)

تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا کو بلا کر ان سے استفسار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طہارت کے سلسلے میں تمہاری تعریف کی ہے، بتاؤ آخر تم وہ کونسا عمل کرتے ہو؟ (جس کی وجہ سے رب العالمین نے تمہاری تعریف کی ہے)، ان لوگوں نے جواب دیا: ''ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل، حضور ﷺ نے پوچھا اور بھی کچھ کرتے ہو؟ تو انھوں نے عرض کیا'' ہم لوگ پیشاب و پاخانہ کے بعد صرف ڈھیلے پر اکتفاء نہ کرکے پانی سے بھی استنجاء کرنا پسند کرتے ہیں'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''هو ذاک فعليكموه ''اچھا اسی وجہ سے اللہ نے تمہاری تعریف کی ہے، تو تم لوگ اس عمل کو کرتے رہو۔(۲)

علامہ قرطبیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے :

أثنى الله سبحانه وتعالىٰ فى هذه الأية على من أحب
الطهارة وأثر النظافة . (۳)

یعنی اللہ پاک نے اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے،
جو طہارت کو پسند کرے اور نظافت کو طہارت پر ترجیح دیں۔

آج کل ٹائلٹ پیپر کا استعمال اتنا عام ہو گیا ہے کہ مغربی ممالک سے لے کر برصغیر ہند و پاک کے شہر اور دیہات بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں، لوگ پانی کے استعمال سے کترانے لگے ہیں؛ حالاں کہ اس کے نقصانات جس قدر عظیم ہیں، وہ دنیا کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہے، بے شمار جلد کی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں ''ہارے اسٹریٹ، لندن'' کے مشہور ومعروف ڈاکٹر کنین ڈیوس نے یورپی قوم کو اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ اگر تم اس طرح زندگی گزارتے رہے، تو پھر بہت جلد مندرجہ ذیل امراض کے لئے تیار ہو جاؤ :

---

(۱) بیان القرآن (۲) قرطبی:۱۵۹/۸-۲۶۰ (۳) قرطبی:۲۶۱/۸

(۱) شرمگاہ کا کینسر۔

(۲) بھگندر یا نسچولہ۔

(۳) جلدی انفکشن (Skin Infections)۔

(۴) پھپھوند کے امراض (Viral Diseases)۔(۱)

پھر پانی کے استعمال سے اس حصۂ جسم کا درجۂ حرارت نارمل ہو جاتا ہے، اگر پانی استعمال نہ کیا جائے تو حاجت کے وقت تمام اعضائے جسم کا درجۂ حرارت بڑھ جاتا ہے اور انسان بے شمار امراض میں مبتلا ہو سکتا ہے، آج یہ بیماریاں وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے، جس نے پاکیزگی اور صفائی کو اس قدر اہمیت دی ہے، جس کا اعتراف مسلمانوں اور اسلام سے شدید نفرت کرنے والے اہل مغرب کو بھی ہے؛ چنانچہ ایک مستشرق ''جانٹ ملن'' کہتا ہے: ''اسلام پاکیزگی اور صفائی کا مذہب ہے''۔

صالح بن حسانؒ کہتے ہیں: میں نے سعید المسیب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا :

ان الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرامة ، جواد يحب الجواد ، فنظفوا أراه قال : أفنئتكم ولا تشبهو باليهود ، قال فذكرت ذلک لهماجر بن مسمار فقال حدثنيه عامر بن سعيد عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله ، إلا أنه قال نظفوا أفنئتكم . (۲)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے، پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، صاف وستھرا ہے، صفائی وستھرائی کو پسند کرتا ہے، داتا ہے، سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہٰذا صاف ستھرا رکھو! (راوی کہتے ہیں) میرا خیال ہے کہ انھوں نے فرمایا: اپنے صحنوں کو (یعنی اپنے صحنوں

---

(۱) سنت نبوی اور جدید سائنس: ۱/۱۹۴ (۲) ترمذی: ۲/۱۰۷، باب ماجاء فی النظافة

کو صاف ستھرا رکھو) اور یہود کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس کا ذکر میں نے مہاجر بن مسمار سے کیا تو انھوں نے کہا کہ عامر بن سعید نے اپنے والد کے حوالہ سے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں صاف طور پر یہ الفاظ موجود ہیں: ''نظفوا أفنئتکم'' (اپنے صحنوں کو صاف کرو)۔

یہود کا طریقہ تھا کہ وہ کچرا، گوبر، لید وغیرہ اپنے گھروں کے دروازوں پر ڈال دیا کرتے تھے، یعنی گھروں کی صفائی کی اور کچر دروازے پر ڈال دیا، جس سے ہر آنے والوں کو گھن آتی، یہود کی اسی مشابہت سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔(۱)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا رہے، اس کا جوتا اچھا رہے، کیا یہ چیز تکبر میں آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو جمال ہے اور اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے، ''ان اللہ جمیل یحب الجمال''۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور وہ پراگندہ حال ہے، تو آپ ﷺ نے اس کی وضع قطع کو دیکھ کر فرمایا: '' ماکان یجد ھذا مایسکن بہ راسہ'' کیا یہ کوئی ایسی چیز نہیں رکھتا، جس سے اپنے سر کے بال سیدھے کر لے، پھر ایک دوسرے شخص کو جو گندے، میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوا تھا دیکھ کر فرمایا: ''ماکان یجد ھذا ما یغسل ثوبہ'' کیا کوئی ایسی چیز نہیں پاتا، جس سے اپنے کپڑے دھولے۔(۲)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان اللہ یحب أن یری أثر نعمتہ علی عبدہ . (۳)

---

(۱) اشعة اللمعات:۳/۵۸۹ (۲) مشکوٰة المصابیح:۲/۳۷۵،کتاب اللباس

(۳) ترمذی:۲/۱۰۹،باب ماجاء أن اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ

اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دکھائی دے۔

ایک حدیث میں ہے: وطیب النفس من النعم، یعنی طبیعت کی تازگی اور بشاشت بھی نعمت ہے۔(۱)

خود آپ ﷺ کا معمول جہاں سادہ اور موٹا جھوٹا لباس پہننے کا تھا، وہیں بعض دفعہ عمدہ لباس بھی زیب تن کرتے تھے، ایک بار حضرت سعد ﷺ نے ایک کپڑا خدمت میں ہدیہ کیا، آپ ﷺ نے اسے زیب تن فرمایا، کپڑا اتنا عمدہ تھا کہ صحابہ ﷺ اسے چھونے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: سعد کے رومال جنت میں اس سے بڑھ کر ہوں، (۲) امام ابوحنیفہؒ نے ''سنجاب'' کپڑے استعمال کئے ہیں، (۳) آپ ﷺ نے فرمایا: بال رکھو تو اس کا حق ادا کرو، یعنی کنگھا کرو، ''من کان له شعر فلیکرمه'' (۴) حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سر مبارک میں تیل بھی بکثرت رکھتے تھے، (۵) بعض اوقات ازواج مطہرات بھی آپ ﷺ کو کنگھی کرتی تھیں، (۶) آپ ﷺ سر میں خوشبو کا بھی استعمال کرتے تھے، (۷) آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''البسوا الثیاب البیض فانها اطهر وأطیب'' (۸) یعنی سفید کپڑا پہنو! یہ زیادہ طہارت وپاکیزگی کا مظہر ہے۔

اسی طرح خصال فطرت (تمام انبیاء کی سنت) ناخن کٹوانا، بغل کے بال اُکھاڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا وغیرہ طہارت ونظافت ہی کے

---

(۱) ابن ماجه : باب ابواب التجارة ، باب الحث علی المکاسب

(۲) بخاری:۱/۳۵۶، باب قبول الهدیة من المشرکین

(۳) غیاثیه:۱۰۹ (۴) ابوداؤد:۲/۵۷۳، باب فی اصلاح الشعر

(۵) شمائل ترمذی : باب ماجاء فی تقنع رسول ﷺ

(۶) بخاری:۱/۴۳، باب ترجیل الحائض زوجها

(۷) بخاری :۱، باب الطیب فی الرأس واللحیة (۸) ترمذی:۱/۹۳، مشکوٰۃ:۱/۳۷۴

قبیل سے ہے۔(۱)

پڑوس کا خیال

آلودگی اور گندگی سے صرف اپنی ذات اور اپنا گھر ہی متاثر نہیں ہوتا؛ بلکہ دوسروں کو بھی اذیت پہنچتی ہے، محلے کے افراد کو ایسے شخص سے کبیدگی اور نفرت سی ہو جاتی ہے، اسلام نے پڑوسیوں کا خاص خیال رکھا ہے، ماحول کو پراگندہ کر کے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے اور ان کی زندگی اجیرن بنانے کی شدید مذمت کی ہے اور اس سلسلے میں وعیدیں آئی ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :

واللہ لا یؤمن ، قیل : ومن یا رسول اللہ ؟ قال : الذی لا یأمن جارہ بوائقہ . (۲)

بخدا مومن نہیں ہوسکتا، بخدا مومن نہیں ہوسکتا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کون یا رسول اللہ ﷺ ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا :

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر ، فلیکرم ضیفہ ، ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر ، فلا یؤذ جارہ ، ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر ، فلیقل خیراً أو لیصمت . (۳)

جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ بھلی

---

(۱) مسلم:۱۲۸/۱،باب خصال الفطرۃ ، ابن ماجہ:۲۵،باب الفطرۃ

(۲) بخاری:۸۸۹/۲، باب اثم من لا أمن جارہ بوائقہ (۳) بخاری:۸۸۶/۲

بات کہے یا خاموش رہے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی اُمتی کو اللہ اور آخرت پر ایمان کا حوالہ دے کر مہمان نوازی کرنے ، پڑوسیوں کا خیال رکھنے اور بھلی بات کہنے کی تعلیم دی ہے، آپ ﷺ کی ایک مشہور حدیث ہے کہ اصلی مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے یعنی شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده''۔(۱)

جسم کا حق

اس دنیا میں بہت سے مذاہب اور نظریات پیدا ہوئے ہیں، ہر ایک نے معاشرتی حقوق کو اہمیت دی ہے اور سب سے زیادہ اہمیت ہر مذہب نے ماں باپ کے حقوق کو دی ہے، جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اسلام بھی ماں باپ کے حقوق کی اہمیت تسلیم کرتا ہے، مگر دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلام ایک خصوصی شان رکھتا ہے، حقوق کے باب میں اسلام کی خصوصیت اور اس کا امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ انسانی حقوق کے ساتھ ساتھ حیوانات اور نباتات کے حقوق کی تفصیل بھی بتاتا ہے اور ہر حقوق سے متعلق تمام جزئیات کا اس طرح احاطہ کرتا ہے کہ کوئی نکتہ تشنہ نہیں رہتا، انسان کے جسم کا جو اس پر حق ہے، اس کی اہمیت کو بڑی خصوصیت کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے اور ایسے احکامات دیئے گئے ہیں، جن سے اس کی اہمیت خوب خوب اُجاگر ہوتی ہے، اسلام نے سابقہ قوموں کی طرح رہبانیت اور تقشّف یعنی اپنے اوپر سختیاں عائد کرنا، بیوی، بچوں سے علاحدگی اختیار کرنا نفسانی خواہشات کو غیر فطری طریقے پر زائل کرنا اور اللہ کی پیدا کردہ نعمتوں سے الگ تھلگ ہو کر اپنے اوپر جبر کرتے ہوئے جنگلوں میں زندگی بسر کرنا وغیرہ سے پوری شدت کے ساتھ منع کیا ہے، بخاری شریف کی روایت ہے :

> ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے اور فرمایا: کیا مجھے خبر نہیں دی گئی ہے

(۱) بخاری:۱،باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده

کہ تم مسلسل قیام لیل یعنی راتوں کو نماز پڑھتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کرو نمازیں پڑھا کرو اور سویا بھی کرو، دن میں روزے رکھو اور نہ بھی رکھا کرو؛ اس لئے کہ یہ تمہارے اوپر تمہارے جسم کا حق ہے، تمہاری آنکھوں کا، تمہارے مہمانوں کا اور تمہاری بیوی کا بھی، (۱) حتیٰ کہ عبادت و ریاضت کی کثرت سے نفس کو تکلیف پہنچانا بھی شریعت اسلامی کو گوارہ نہیں'' (۲) چہ جائے کہ ہلاکت کے نت نئے اسباب پیدا کر کے مثلاً گندگی اور آلودگی پھیلا کر اپنے جسم و جان کو موت کے منھ میں جھونک دیا جائے، اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی ایسا کرنے والوں کی تحسین اور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

اجتماعی ماحول کی آلودگی سے حفاظت

بعض مواقع پر لوگوں کا جم غفیر ہوتا ہے، جہاں مختلف علاقوں اور مختلف مزاج و مذاق، مختلف ذہنیت اور مختلف طبقات کے لوگ اکٹھا ہوتے ہیں، جیسے سیمینار، ریلی، جلسہ و جلوس اور عیدین و جمعہ میں اسی قسم کا مجمع ہوتا ہے، ایسے موقع پر اسلام کے اندر صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا گیا ہے، تا کہ لوگوں کو ذہنی اذیت اور طبعی کلفت نہ ہو، اسلام نے ایسے مواقع پر شریک ہونے والوں کو چند ہدایتیں دی ہیں، چوں کہ سرکارِ مدینہ ﷺ کے زمانہ میں اجتماع عام جمعہ و عیدین کے موقع سے ہوتا تھا، اس لئے جمعہ کے سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ ارشادات نبوی ﷺ موجود ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرو، خوشبو لگاؤ، تمہارے پاس جو سب سے عمدہ، پاکیزہ اور صاف ستھرا کپڑا موجود ہو، اسے زیب تن کر کے جمع و عیدین کے لئے

(۱) بخاری:۲/۹۰۵، باب حق الضیف (۲) مسلم

جاؤ، تاکہ ایک دسرے کے گندے لباس اور پسینہ سے کسی کو اذیت نہ ہو اور خوشی کا ماحول کبیدگی کے ماحول میں نہ بدل جائے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا يغتسل رجل يوم الجمعة ، ويتطهر ما استطاع من طهر ، ويدهن من دهنه ، أو يمس من طيب بيته ثم يخرج ، فلا يفرق بين اثنين ، ثم يصلي ، كتب له ، ثم ينصت اذا تكلم الامام ، الا غفر له مابينه وبين الجمع الأخرى .

کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرتا ہے، حتیٰ الوسع (اپنے بدن اور کپڑوں کی) خوب صفائی کرتا ہے، تیل لگاتا ہے اور گھر میں موجود خوشبو استعمال کرتا ہے، پھر مسجد کے لئے نکل جاتا ہے، (مسجد میں پہنچنے کے بعد) دو شخصوں کے درمیان بیٹھ کر دونوں میں جدائی پیدا نہیں کرتا، پھر جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے اور جب امام خطبہ دیتا ہے تو خاموش رہتا ہے، ایسے شخص کی وہ تمام لغزشیں معاف کردی جاتی ہیں، جو اس سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان سرزد ہوتی ہیں۔

اس قسم کے فرمان رسالت کی حکمت و مصلحت کیا ہے؟ آیئے ایک دوسری حدیث کی روشنی میں اسے سمجھتے ہیں :

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! کیا آپ کے خیال میں جمعہ کے دن غسل کرنا ضروری ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں؛ لیکن غسل بہت پاک کرنے والا اور بہت بہتر ہے کہ اس کے لئے غسل کیا جائے اور جو نہ کرے، تو اس پر واجب بھی نہیں،

میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا، لوگ غریب ومحتاج تھے، اُون پہنتے تھے، اپنی پیٹھوں پر کام کرتے تھے، مسجد نبوی تنگ تھی، اس کی چھت قریب اور نیچی تھی، پس وہ ایک چھپر کے مانند تھی، رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ گرمی کے دن میں گھر سے باہر نکلے، یعنی مسجد میں آئے، لوگ اونی کپڑوں میں پسینہ سے تر بتر تھے، جس سے بدبو پیدا ہو رہی تھی، جس کی وجہ سے ایک دوسروں کو ایذا پہنچ رہی تھی، یہ بدبو حضور ﷺ کو بھی محسوس ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: جب یہ دن آئے تو غسل کرو اور تمہارے پاس جو اچھی خوشبو یا تیل ہو، اسے لگاؤ اور پھر مسجد میں آؤ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مال ودولت عطا کی، لوگ اُونی کی جگہ سوتی اور دوسرے قسم کے کپڑے پہننے لگے، کام میں بھی کفایت ہوگئی، مسجد کشادہ کردی گئی، پھر وہ چیز جاتی رہی، یعنی پسینہ جو ایذاء کا سبب بنتا تھا، لہٰذا یہ غسل واجب سے سنت ہوگیا۔(۱)

خلاصہ یہ کہ نجی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی صفائی اور پاکیزگی کو اہمیت دی جائے، حتی الامکان یہ کوشش کی جائے کہ کسی کو ذہنی یا جسمانی، کسی طرح کی اذیت یا گزند نہ پہنچے، چنانچہ ان تمام راستوں اور طریقوں سے بھی بچا جائے، جن سے کسی قسم کی آلودگی پھیلتی ہو؛ کیوں کہ اس سے بعض مرتبہ انسانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے اور طرح طرح کی مہلک بیماریاں جنم لیں گی، جس کے نتیجے میں انسانی ہلاکتوں کا سلسلہ قائم ہو جائے گا، جیسا کہ آج یہ صورتِ حال ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

پبلک مقامات کی حفاظت

ایسی جگہیں، جو لوگوں کے اُٹھنے بیٹھنے کی ہوں، سیر وتفریح کی ہوں اور جہاں لوگ موسم سرما میں دھوپ کھانے اور گرمی میں ہوا خوری کے واسطے آتے ہوں، گزرگاہیں اور سڑکیں ہوں یا پانی پینے، کپڑے دھونے یا جانوروں کو پانی پلانے کے مقامات ہوں، ان

---

(۱) ابوداؤد:۱/۵۱،باب الرخصة فی ترك الغسل يوم الجمعة

جگہوں کو نجاست سے آلودہ کرنا اور خلق خدا کو پریشان کرنا، اسلامی مزاج کے بالکل مخالف ہے، احادیث میں ان چیزوں کی ممانعت بہ صراحت وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دو ایسی چیزوں سے بچو، جو لعنت کا سبب بنتی ہیں ہیں'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ دو چیزیں کیا کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

الذی یتخلی فی طریق الناس أو فی ظلهم . (۱)

یعنی وہ باعث لعنت عمل لوگوں کے راستوں یا سایہ حاصل کرنے کی جگہوں پر پاخانہ پیشاب کرنا ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اتقوا الملاعنة الثلاثة : البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل . (۲)

یعنی تین ایسی چیزوں سے بچوں، جو سبب لعنت ہیں: گھاٹوں، راستوں اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے (کیوں کہ ایسی جگہوں پر جو پاخانہ دیکھے گا، وہ برا بھلا کہے گا)، ایک اور حدیث میں ہے :

عن حذیفة بن أسید أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال : من أذی المسلمین فی طرقهم وجبت علیه لعنتهم . (۳)

حضرت حذیفہ بن اسید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں کو ان کے راستوں کے حوالے سے تکلیف دی وہ ان کی لعنت کا مستحق ہوا۔

---

(۱) مشکوٰۃ مع المرقات:۳۵۱/۱،ابوداؤد مع بذل المجهود:۱۸/۱،مسلم:۳۵۶/۱

(۲) مشکوٰۃ مع المرقات:۳۶۰/۱،ابوداؤ مع بذل المجهود:۱۸/۱-۱۹

(۳) مجمع الزوائد:۴۸۳/۱

محدثین نے صراحت کی ہے کہ ٹھنڈک کے موسم میں جن جگہوں پر لوگ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دھوپ سے گرمی حاصل کرتے ہیں، وہ مقامات بھی ان جگہوں کے حکم میں ہیں، جہاں سے گرمی کے موسم میں لوگ سایہ اور ٹھنڈک حاصل کرتے ہیں، مرقات میں ہے :

قال الأبهری : ومواضع الشمس فی الشتاء کالظل فی الصیف ، یعنی فی المواضع الذی یتشمسون ویتدفئون به کما فی البلاد الباردة اھ ومثلها موارد الماء . (۱)

اسی طرح پھل دار درخت کے سائے میں حاجت کرنے سے منع کیا گیا :

عن ابن عمر قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم أن یتخلی الرجل تحت شجرة مثمرة ، ونهی أن یتخلی ضفة نهر جار . (۲)

احادیث اور محدثین کی تحریروں کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمام جگہیں ، جو انسانی ضرورتوں کے لئے استعمال میں آسکتی ہیں، یا جہاں لوگ بستے اور جمع ہوتے ہیں یا گزرتے ہیں اور جن چیزوں کو براہ راست استعمال میں لایا جاسکتا ہے، ان کو آلودہ کرنا اور گندگی پھیلا کر خود کو اور دوسروں کو بھی مبتلائے مصیبت کرنا اسلامی تعلیمات کی رو سے غلط اور مجرمانہ عمل ہے، ہر حال میں اس کی مذمت کی جانی چاہئے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا معمول تھا کہ جب قضائے حاجت کے لئے جاتے، تو آبادی سے دور جاتے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے :

عن المغیرة بن شعبة أن النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا ذهب المذهب أبعد . (۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے :

اذا أراد البراز انطلق حتی لا یراه أحد . (۴)

---

(۱) مرقات:۱/۳۵۱ (۲) مجمع الزوائد:۱/۴۸۳ (۳) ابوداؤد ، مع بذل المجهود:۱/۱

(۴) مشکوٰة المرقات:۱/۳۵۳-۳۵۴،ابوداؤد ، مع البذل المجهود:۱/۳

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

كان النبي صلى الله عليه وسلم يذهب لحاجته الى المغمس ، قال نافع ، نحو الميلين من مكة . (۱)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضائے حاجت کے لئے مغمس تک جاتے ،

حضرت نافع فرماتے ہیں: تقریباً مکہ سے دو میل کے فاصلے پر۔

صاحبِ بذل المجہود "**اذا ذهب المذهب أبعد**" کی تشریح میں فرماتے ہیں :

یعنی لوگوں کی نگاہوں سے اتنا دور چلے جاتے تھے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے، فرماتے ہیں کہ یہ اور اس طرح کی حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ادب کا تقاضا ہے کہ جو کوئی قضائے حاجت کرنا چاہے، لوگوں کی نگاہوں سے اتنا دور چلا جائے کہ، نہ اس کا دھڑ نظر آئے، نہ اس کی ریح کی آواز سنی جائے، خواہ پردہ نزدیک ہی میں کیوں نہ حاصل ہو جائے۔(۲)

غور کیجئے! آج دیہات اور شہروں میں اس سلسلے میں کتنی بے احتیاطی برتی جارہی ہے؟ اسی کا نتیجہ ہے کہ مختلف قسم کی بیماریوں اور پریشانیوں سے لوگ آئے دن دو چار ہو رہے ہیں، فضاء اور ماحول زہر آلود بن چکا ہے اور زندگی مہنگی اور موت سستی ہوگئی ہے۔

پانی کو آلودہ کرنے کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يبال في الماء الجارى " رواه الطبراني في الاوسط ، ورجاله ثقات " . (۳)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتے پانی میں بھی پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے :

---

(۱) مجمع الزوائد:۱/۴۸۱ (۲) بذل المجهود:۱/۱

(۳) مجمع الزوائد:۱/۴۸۳، حدیث نمبر:۹۹۸

عن جاء أنه نهى أن يبال في الماء الراكد . (۱)

یعنی آپ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا۔

کنواں، تالاب، جھیل جیسے ٹھہرے پانی میں اگر حاجت کی جائے گی تو پانی میں جراثیم کے پڑنے سے تمام پانی آلودہ اور خطرناک امراض سے پُر ہوجائے گا، اب اگر کوئی ذی روح اس پانی کو پیئے گا، تو اس کے اندر مندرجہ ذیل امراض داخل ہوسکتے ہیں، تپ محرقہ، ٹائی فائیڈ (Typhiod)، جراثیمی یرقان (Viral Jundice)، آنتوں کے کیڑوں کے انڈے، پیراسائٹ (Parasites) یا طفیلی کیڑے۔

اور جاری پانی میں حاجت کرنے کے نقصانات نسبتاً کہیں زیادہ ہیں؛ اس لئے کہ یہ پانی قریہ قریہ گزرتا ہے، انسان اور جانور اس سے نفع اُٹھاتے ہیں، اگر فضلے کی وجہ سے آلودہ ہوگیا، تو پھر امراض پھیلتے ہی جائیں گے، آج یہ صورت حال ہمارے سامنے مشاہدہ بن کر موجود ہے، اسلامی تعلیمات سے روگردانی ہی کا نتیجہ ہے کہ ساری دنیا آبی آلودگی کے سبب بے شمار لا علاج بیماریوں کی زور پر ہے، پوری دنیا والے اس دھماکو صورتِ حال سے نمٹنے میں پریشان اور ناکام ہیں، یوں تو اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ہر سال ۵ جولائی کو یوم ماحولیات منا کر ماحول کو صاف اور پاکیزہ رکھنے کا عزم کیا جاتا ہے، کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں، معاہدے کئے جاتے ہیں، مگر بے سود۔

زمینی آلودگی

آلودگی اور ماحولیات کا مسئلہ آج عالمی مسئلہ بن گیا ہے، آلودگی کے ہمہ گیر اور ہلاکت خیز نقصانات کے سد باب کے لئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کوشش کی جارہی ہیں، دنیا کی سب سے بڑی انجمن ''اقوام متحدہ'' بھی اس نازک مسئلے سے نمٹنے کے لئے حرکت

---

(۱) مسلم: ۱/۱۳۸

میں آ چکی ہے اور اس کے پلیٹ فارم سے اس کے پرچم تلے، اس سے نمٹنے کے طور طریقوں پر غور و خوض کرنے اور کوئی جامع لائحہ عمل طے کرنے کے لئے چوٹی کے قائدین اور انسانی فلاح و بہود کے فروغ کے لئے قائم قدآور اداروں کے عمائدین اور نمائندے جمع ہوتے نظر آرہے ہیں، گویا آلودگی کے خلاف بھرپور جنگ کرنے کی تیاریاں کررہے ہیں، آلودگی اور تحفظ ماحولیات کا مسئلہ اب کوئی مقامی یا ملکی نہیں رہا؛ بلکہ اب یہ پوری انسانیت کا مسئلہ بن چکا ہے اور پوری دنیا اجتماعی وانفرادی طور پر بظاہر اس سے نبرد آزمائی کے لئے مصروف جدوجہد ہے، روزانہ نئے نئے قوانین اور طریقے وضع کئے جارہے ہیں عالمی شہرت رکھنے والے دانشوروں کی دانائی، فہم وفراست اور عقل وخرد ہمہ وقت اس کے نقصانات سے بچاؤ کی صورت ایجاد کرنے میں لگی ہوئی ہے؛ تاہم اتنا بڑا مسئلہ آسانی سے حل ہوتا ہوا نظر نہیں آتا اور نہ ہی ماضی قریب میں حل ہونے کی کوئی توقع ہے؛ اس لئے کہ قوانین اور طریقے بنانے والے خود ہی اجتماعی منفعت سے صرف نظر کرتے ہوئے، انفرادی مفادات کے حصول کی خاطر ہمہ گیر مخالفتوں کے باوجود آلودگی کے ذرائع کے سدباب کے بجائے ہر دن اور ہر آن آلودگی کے اسباب وعوامل کی افزائش اور اس کی پشت پر کام کررہے افراد اور ان کے عزائم کی حوصلہ افزائی کرنے میں مشغول ہیں۔

انسانیت کے لئے یہ کس قدر تکلیف دہ اور باعث افسوس ہے کہ ایک طرف ان ذرائع پر کنٹرول کے لئے معاہدے اور دفعات مرتب کئے جارہے ہیں؛ مگر دوسری طرف بعض وہ ممالک، جو دنیا ہی میں قیامت کا منظر دیکھنا چاہتے ہیں اور جن کی خواہش ہے کہ، پوری دنیا کی آبادی ہلاک و برباد ہوجائے اور تنہا ان کا پرچم ہر جگہ سربلند رہے، ان کے سامنے ساری دنیا کی ضروریات، مطالبات اور خواہشات ایک طرف ہیں اور ان کی چودھراہٹ اور خصوصی مفاد ایک طرف، وہ اپنے موقف سے ذرہ برابر ہٹنے کو تیار نہیں، گویا اپنے مفادات کی حفاظت میں انتہائی درجہ حساس واقع ہونے والے یہ سمجھ دار ممالک اپنے اس ''سمجھ دار'' طرز عمل سے پوری انسانیت کو موت کا انجکشن دے کر ابدی نیند سلانے کے

بعد اس کی پڑی ہوئی بے گور وکفن ، لاوارث لاش پر اپنے اقبال وسطوت کا پرچم گاڑ کر دراصل ''ہم باقی سارا کہسار فانی'' کے اعزاز سے سرفراز ہونے کا عزم پورا کرتے نظر آتے ہیں؛ لیکن ان میں سب سے نمایاں اور سب کا سرغنہ ''امریکہ'' ہے، جس نے 1997ء کے کیوٹو موسمی تبدیلی معاہدے کے مسترد کر دیا تھا اور حال ہی میں ۲۲ جولائی کو جنیوا میں منعقدہ گروپ A کے چوٹی اجلاس میں ماحولیات اور عالمی حدت کے موضوع پر گرما گرم بحث کے باوجود امریکہ نے اپنی پالیسی میں تبدیلی لانے اور کیوٹو معاہدے پر عمل درآمد کرنے سے، پوری دنیا کی خواہشات پر کان دھرنے کے علی الرغم صاف انکار کر دیا ہے، (۱) الحاصل کچھ ناعاقبت اندیشوں اور کج کلاہوں کی سرکشی کی بناء پر خدا کی لاتعداد نعمتوں سے معمور یہ دنیا آج بدترین آلودگی کا شکار ہونے کی وجہ سے تصویر جہنم بنتی جارہی ہے اور ہم ''ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس'' کا عملی نمونہ دیکھ رہے ہیں۔

متعلقات کے اعتبار سے آلودگی کی بنیادی طور پر چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، زمینی آبی، فضائی اور صوتی بالترتیب چاروں قسموں کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیا کا جائے گا، سب سے پہلے ہم زمینی آلودگی کو موضوع گفتگو بناتے ہیں۔

زمین کی تخلیق اور اس سے متعلق اساسی فائدوں کا ذکر شروع مقالے میں آچکا ہے، تاہم موضوع کی وضاحت کے لئے قرآن کریم کی چند ایسی آیات پڑھتے ہیں، جن میں زمین کی تخلیق کے مقاصد، اس کی اہمیت اور فطری ہیئت کو بیان کیا گیا ہے، تا کہ آلودگی کے خلاف اسلامی اور قرآنی تعلیمات واضح ہوکر سامنے آجائیں اور ہر شخص اس حقیقت کو سمجھ لے کہ، آج دنیا جس ڈگر پر چل پڑی ہے اور جس نظام کی رہ پابند بنائی جارہی ہے اور پھر جس کے نتیجے میں ماحولیات کا مسئلہ پریشان کن انداز سے وجود میں آیا ہے، وہ سراپا اسلام اور فطرت کے خلاف ہے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :

(۱) ملاحظہ کیجئے: روزنامہ منصف حیدرآباد ۲۳ر جولائی بروز پیر ۲۰۰۱ء

الذی جعل لکم الارض مهداً وجعل لکم فیها سبلاً لعلکم تهتدون . (۱)

جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں اس نے تمہارے لئے راستے بنائے تا کہ تم منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔

زمین کو بچھونا سے تعبیر کرنے میں اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ، جس طرح بستر کی حفاظت کی جاتی ہے، صاف ستھرا اور ہر طرح کی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک رکھا جاتا ہے، اسی طرح زمین کو بھی جو کہ بستر کی مانند ہے، آلودگی سے بچایا جائے، ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے :

ان الارض لله یورثها من یشاء من عباده . (۲)

یہ زمین اللہ کی ہے، جس کو چاہے مالک بنادیں اپنے بندوں میں سے۔ (بیان القرآن)

یعنی زمین اللہ کی مخلوق اور اس کی ملکیت ہے، اس نے اپنے بندوں کو اس کا وارث بنایا ہے، وراثت کی وجہ سے وارث کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ شئ موروث کا صحیح استعمال اور اس کی ٹھیک ٹھیک دیکھ بھال کرے اور اگلی نسلوں کو اچھی حالت میں سپرد کرے؛ لہٰذا انسان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ زمین کو فطری حالت پر رہنے دے اور اپنے بعد آنے والے لوگوں کو مفید اور راحت بخش حالت میں حوالہ کردے؛ مگر یہ آسمانی فرمان سے روگردانی کا ہی نتیجہ ہے کہ نت نئے عنوانات اور منصوبوں کے تحت آج روئے زمین پر ہزاروں قسم کے زہریلے جراثیم پھیلا کر، اس کی توانائی اور اپج کی صلاحیت کو کم کرنے ؛ بلکہ بالکلیہ ختم کرنے کی گویا مہم شروع کی گئی ہے، دنیا کے بہت سے علاقوں میں طاقتور کہے جانے والے مما لک، کمزور اور بے بس ملکوں پر اندھا دھند بموں کی بارش کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے سینکڑوں میل کا علاقہ، جو کبھی آباد تھا، اب ویران ہو گیا ہے، اب وہاں جانور بھی نظر نہیں

(۱) الزخرف:۱۰ (۲) الاعراف:۱۲۸

آتے، چہ جائے کہ کوئی انسان اپنی روزی کی تلاش میں وہاں کچھ محنت صرف کرے۔

سورۂ اعراف میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے :

ولقد مکنکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش ، قلیلاً ما تشکرون . (۱)

اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگانی پیدا کیا، تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ (بیان القرآن)

جس زمین کو اللہ نے معیشت کا ذریعہ بنایا، آج انسان اس کی تباہی کے پیچھے اپنی تباہی کا سامان خود اپنے ہاتھوں تیار کر رہا ہے، کاش کوئی غیبی طاقت ان کے پنجۂ استبداد کو توڑ دیتی؛ تاکہ مظلوم انسانیت ان سرپھروں سے نجات پالیتی اور دار فانی کا معصوم سیارہ محفوظ ہو پاتا۔

زمین کی طبعی ساخت اور ماہیت کے بارے میں سائنسی نقطۂ نظر سے مندرجہ ذیل باتیں ملتی ہیں :

1- زمین کا وزن: 5.975x10/27 گرام۔
2- حجم: 1.083x10/29 مکعب سنٹی میٹر۔
3- رقبہ: 5.1x10/18 مربع سنٹی میٹر۔
4- اوسط کثافت: 5.517 گرام فی مکعب سنٹی میٹر۔
5- ہوا کا غلاف: 10.17 کلومیٹر۔
6- خط استواء سے نصف قطر: 6378 کلومیٹر۔
7- قطبین سے نصف قطر: 6356 کلومیٹر۔
8- سورج سے زمین کی جانب حرارت کی مقدار: 5.5x10/24 کیلوری سالانہ۔
9- سورج کے گرد زمین کی گردش کا زاویہ: 23.5 ڈگری۔ (۲)

---

(۱) الاعراف: ۱۵ (۲) قرآن اور ماحولیات: ۵۸

ہماری زمین جس نظام شمسی میں شامل ہے، اس کی وسعت کا یہ حال ہے کہ زمین سورج سے صرف 15 کروڑ کلومیٹر دور ہے، جب کہ پلوٹو سیارے کا سورج سے فاصلہ 115 ارب 91 کروڑ کلومیٹر ہے، ہماری زمین کا قطر 12754 کلومیٹر ہے اور سورج کا قطر 14 لاکھ میٹر ہے۔

یعنی زمین سے 1.9 گنا بڑا، قطر کی یہ وسعت تو کچھ بھی نہیں، جب کہ ہماری کہکشاں کا قطر ایک لاکھ 17 کھرب کلومیٹر ہے، اس کہکشاں میں ایک کھرب ستارے پائے جاتے ہیں اور اب تک اسی کھرب سے زائد کہکشائیں دریافت ہو چکی ہیں۔

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کائنات کے درمیان ایک کہکشاں ایسی ہے، جس کے گرد تمام کہکشائیں چکر کاٹ رہی ہیں، ان کا ایک چکر 25 کروڑ سال میں پورا ہوتا ہے، سورج کا وزن دس کھرب x 19889 کھرب ٹن ہے یعنی زمین سے تقریباً سوا تین لاکھ گنا زیادہ ہے، سورج کا درجۂ حرارت تقریباً ڈیڑھ کروڑ ڈگری سنٹی گریڈ ہے، سورج میں ۴۰ لاکھ ٹن ہائیڈروجن گیس فی سکنڈ استعمال ہوتی ہے، سورج کی سطح کا درجۂ حرارت ۶۰۰۰ ڈگری سنٹی گریڈ ہے اور سورج کی حرارت ابھی مزید ۵ ارب سال کے لئے کافی ہے، ہماری کہکشاں کا وزن سورج سے ۴ کھرب گناہ زیادہ ہے اور اس کا فاصلہ کائنات کے مرکز سے ڈھائی لاکھ x 10 کھرب کلومیٹر ہے، سب سے زیادہ روشن کہکشاں کی مجموعی روشنی سورج سے ۳ ہزار کھرب گنا زیادہ ہے، سب سے لمبی کہکشاں کی لمبائی تقریباً ایک ارب x 10 کھرب کلومیٹر ہے، اس کی موٹائی دس کھرب 5x کروڑ ۳۰ لاکھ کلومیٹر ہے اس کی روشنی میں ۲۰ کھرب سورجوں کی روشنی کے برابر ہے اور اس کا قطر ہماری کہکشاں سے ۸۰ گنا زیادہ ہے، روشنی ایک شمسی سال میں تقریباً ۳ لاکھ کلومیٹر فی سکنڈ رفتار سے ۹۵ کھرب کا میٹر فاصلے طے کرتی ہے، اسے نوری سال کہا جاتا ہے اور یہ کہکشاں ہماری زمین سے ایک ارب ۷ کروڑ نوری سال دور ہے۔

اگر تمام ستارے ایک جیسے فاصلے سے دیکھے جاسکیں تو (Etacarinae) سب سے

زیادہ روشن ہوگا، اس کی روشنی سورج سے ۶۵ لاکھ گنا زیادہ ہے، ۱۹۸۹ء میں فلکیات دانوں نے خلا میں عظیم دیوار (Great Wall) کی دریافت کا اعلان کیا، یہ کہکشاؤں کا مجموعہ ہے، اس کی لمبائی دس کھرب x ساڑھے سات ارب کلومیٹر ہے، اس کی چوڑائی دس کھرب x ساڑھے سات ارب کلومیٹر ہے اور اس کی کی گہرائی دس کھرب 22x کروڑ کلو میٹر ہے۔

اب تک جو کائنات دریافت ہوئی ہے، اسے اگر مکعب کلومیٹر میں ناپا جائے، ایک مکعب کلومیٹر، ایک کلومیٹر چوڑائی، ایک کلومیٹر لمبائی اور ایک کلومیٹر اونچائی ہے، تو پوری معلوم کائنات کا گھیراؤ نکالنے کے لئے ایک کے آگے ۶۹ صفر لگانے پڑیں گے، تب حساب پورا ہوگا، اس کے باوجود کائنات لامحدود ہے اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ یہ مسلسل انتہائی تیز رفتاری سے مزید پھیل رہی ہے۔

اندازہ ہے کہ ایک کہکشانی نظام ایسا ہے کہ اس کی جو شعاعیں اس کہکشاں سے چار ارب نوری سال پہلے روانہ ہوئی تھیں، وہ آج ہم تک پہنچی ہیں، ہماری قریب ترین کہکشاں M 31 (Andromedaglaxy) ہے، اس کا ہماری کہکشاں سے فاصلہ ۲۲ لاکھ کھرب ۹۵ کھرب کلومیٹر ہے، اس کا وزن ۳ کھرب سورجوں کے برابر ہے اور اس کا قطر ۱۳۰,۰۰۰x۹۵ کھرب کلومیٹر ہے، اس کا حجم ہماری کہکشاں سے دگنا ہے، اس میں تقریباً ۴ کھرب ستارے ہیں، بعض کہکشاؤں کا قطر ۲ ہزار سے ۸ لاکھ نوری سال، وزن ۱۰ لاکھ سے ۱۰۰ کھرب سورجوں کے برابر اور روشنی دس لاکھ سے ایک کھرب سورجوں کی روشنی کے برابر ہے۔

کہکشائیں کیا سب سے بڑی چیزیں ہیں؟ جی نہیں! کہکشائیں مل کر (Cluster) بناتی ہیں، (Cluster) میں سینکڑوں سے لے کر ہزاروں کہکشائیں ہوسکتی ہیں۔

ہماری کہکشاں جس (Cluster) میں ہے، یہ ۴۰ کہکشاؤں کا مجموعہ ہے، جب کہ (Spiral Valaxy M 100) تقریباً ۲۵۰۰ کہکشاؤں کا مجموعہ ہے، پھر سپر کلسٹر درجنوں

کلسٹروں پر مشتمل ہوتا ہے، ابھی تک دکھائی دینے والی کائنات میں تقریباً ۱۰ لاکھ سپر کلسٹر ہیں۔

ایک (Cluster) کی کہکشاؤں کا آپس میں فاصلہ ۱۰ لاکھ x ۹۵ کھرب کلومیٹر سے ۲۰ لاکھ x ۹۵ کھرب کلومیٹر تک ہوتا ہے اور (Cluster) کے درمیان آپس کا فاصلہ اس سے سوگنا زیادہ ہے (Cluster Spherical) میں ۱۰ ہزار کہکشائیں ہیں۔

Quasars کائنات کے اب تک دریافت شدہ روشن ترین اجسام ہیں، زیادہ دور ہونے کی وجہ سے یہ بھی چھوٹے ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں، ان کی روشنیاں، جو آج ہم تک پہنچی ہیں یہ دراصل ۱۰ ارب سال پہلے وہاں سے چلی تھیں، ہمارے نظام شمسی جتنا Quasars دس کھرب سورجوں سے زیادہ روشن؛ جب کہ ہماری کہکشاں کی مجموعی روشنی سے سوگنا زیادہ روشن ہوتا ہے، Quasars 3 cg ۱۰ سے ۱۶ ارب نوری سال کے فاصلے پر ہے، اگر ہم ۷ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کریں، تو کائنات عبور کرنے میں تین ہزار کھرب سال لگیں گے، وہ بھی اگر کائنات محدود ہو تو جب کہ کائنات لامحدود ہے۔

پانی کی اہم خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ برف کی کثافت پانی سے کم ہوتی ہے، صرف پانی وہ معلوم مادہ ہے، جو جمنے کے بعد ہلکا ہو جاتا ہے، یہ چیز زندگی کے وجود کے لئے زبردست اہمیت رکھتی ہے؛ اسی وجہ سے برف پانی کی سطح پر تیرتی رہتی ہے اور دریاؤں، جھیلوں اور سمندروں کی تہہ میں نہیں بیٹھ جاتی ورنہ آہستہ آہستہ سارا پانی ٹھوس اور منجمد ہو جائے، یہ پانی کی سطح پر ایک ایسی تہہ بن جاتی ہے کہ اس کے نیچے کا درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے اوپر ہی رہتا ہے، اس نادر خاصیت کی وجہ سے مچھلیاں اور دیگر آبی جانور زندہ رہتے ہیں۔

زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو ہمارے دن اور رات موجودہ دن رات سے دس گنا زیادہ لمبے ہوتے، زمین کی تمام ہریالی اور ہماری بہترین فصلیں سو گھنٹے کی مسلسل دھوپ میں جھلس جاتیں اور جو بچی رہتیں وہ لمبی سرد رات

میں سردی کی نذر ہو جاتیں۔

سورج جو ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے، اس کی سطح کا درجۂ حرارت چھ ہزار ڈگری سنٹی میٹر گریڈ ہے، یہ حرارت اتنی زیادہ ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اس کے سامنے جل کر راکھ ہو جائیں؛ مگر وہ ہماری زمین سے اتنے مناسب فاصلے پر ہے کہ یہ ''کائناتی انگیٹھی'' ہمیں ہماری ضرورت سے ذرا بھی زیادہ گرمی نہیں دے سکتی، اگر سورج دگنے فاصلے پر چلا جائے تو زمین پر اتنی سردی پیدا ہو جائے کہ ہم سب لوگ جم کر برف بن جائیں اور اگر وہ آدھے فاصلے پر آجائے تو زمین پر اتنی حرارت پیدا ہوگی کہ تمام پودے جل بھن کر خاکستر ہو جائیں۔

زمین کا کرہ فضاء میں سیدھا نہیں کھڑا ہے؛ بلکہ ۲۳ درجے کا زاویہ بناتا ہوا ایک طرف جھکا ہوا ہے، یہ جھکاؤ ہمیں ہمارے موسم دیتا ہے، اس کے نتیجے میں زمین کا زیادہ سے زیادہ حصہ آباد کاری کے قابل ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کی نباتات اور پیداوار حاصل ہوتی ہیں۔

چاند ہم سے تقریباً ۳۸۴،۴۰۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے، اس کے بجائے اگر وہ صرف پچاس ہزار کلو میٹر دور ہو جاتا، تو سمندروں میں مدو جزر کی لہریں اتنی بلند ہوتیں کہ تمام کرۂ ارض دوبارہ پانی میں ڈوب جاتا اور بڑے بڑے پہاڑ موجوں کے ٹکرانے سے گھس کر ختم ہو جائے، چاند کی اس مناسب کشش کی وجہ سے سمندروں کا پانی متحرک رہتا ہے اور پانی صاف بھی ہوتا رہتا ہے۔

سورج اپنی غیر معمولی کشش سے ہماری زمین کو کھینچ رہا ہے اور زمین ایک مرکز گریز قوت کے ذریعے اس کی طرف کھینچ جانے سے اپنے آپ کو روکتی ہے، اس طرح وہ سورج سے دور رہ کر فضاء کے اندر اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہے، اگر کسی دن زمین کی یہ قوت ختم ہو جائے تو وہ تقریباً ۶۰۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی طرف کھنچنا شروع ہو جائے گی اور چند ہفتوں میں سورج کے اندر اس طرح جا گرے گی، جیسے کسی بہت بڑے الاؤ کے

اندر کوئی تنکا گر جائے۔

اگر زمین کی اوپری پرت صرف دس فٹ اور موٹی ہوتی، تو ہماری فضا میں آکسیجن کا جود نہ ہوتا، جس کے بغیر انسانی اور حیوانی زندگی ناممکن ہوتی، اسی طرح اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن جذب کر لیتے اور زمین کی سطح پر کسی قسم کی نباتات زندہ نہ رہ سکتیں، اگر آکسیجن ۲۱ فیصد کی بجائے (0.) فیصد یا اس سے زیادہ مقدار میں فضاء کا جز ہوتی تو سطح زمین کی تمام چیزوں میں آتش پذیری کی صلاحیت اتنی بڑھ جاتی کہ ایک درخت کے آگ پکڑتے ہی سارا جنگل بھک سے اڑ جاتا۔

زمین کے گرد ہوا کا غلاف، اس انداز سے رکھا گیا ہے کہ زمین پر اس کا دباؤ مناسب رہے؛ تا کہ انسان سانس لینے میں دشواری محسوس نہ کرے اور باہر سے آنے والے شہاب ثاقب رگڑ سے ہی جل جائیں، شہاب ثاقب ہر روز اوسطاً ۲ کروڑ کی تعداد سے ۶ سے ۴۰ میل فی سکنڈ کی رفتار سے کرہ ہوائی (ہوا کے غلاف) میں داخل ہوتے ہیں؛ اگر یہ غلاف موجودہ کی نسبت لطیف ہوتا، تو شہاب ثاقب زمین کے اوپر ہر آتش پذیر مادے کو جلا دیئے اور سطح زمین کو چھلنی کر دیتے، اگر زمین کے اوپر سے ہوا کا یہ غلاف کھینچ لیا جائے تو تمام جاندار آکسیجن نہ ہونے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ کر مر جائیں۔

سب سے زیادہ سونگھنے کی حس (Eudiaparonia) کے نر، کی ہے اور مادہ کی خوشبو ۱۱ کلومیٹر دور سے سونگھ لیتا ہے، کیڑے مکوڑوں کی ۳ کروڑ مختلف اقسام ہیں، اگر زمین کا حجم کم یا زیادہ ہوتا تو اس پر زندگی محال ہو جاتی، مثلاً اگر زمین کا قطر موجودہ کی نسبت چوتھائی ہوتا تو کشش ثقل اس کی کمی کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ پانی اور ہوا کو اپنے اوپر روک نہ سکتی جیسا کہ جسامت کی اس کمی کی وجہ سے چاند میں واقع ہوا ہے، چاند پر اس وقت نہ تو پانی ہے اور نہ کوئی ہوائی کرہ، ہوا کا غلاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ رات کے وقت بے حد سرد ہو جاتا اور دن کے وقت تنور کی مانند جلنے لگتا ہے، اس کے برعکس اگر زمین کا قطر موجودہ کی نسبت سے دگنا ہوتا، تو اس کی کشش ثقل دگنی ہو جاتی، جس نتیجے میں ہوا، جو اس وقت زمین کے اوپر ۵ سو میل

بلندی تک پائی جاتی ہے، وہ کھینچ کر بہت نیچے تک سمٹ جاتی، اس کے دباؤ میں فی مربع انچ ۱۵ تا ۳۰ پونڈ کا اضافہ ہوجاتا، جس کا ردعمل مختلف صورتوں میں زندگی کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوتا ہے۔

اور اگر زمین سورج جتنی بڑی ہوتی اور اس کی کثافت برقرار رہتی تو اس کی کشش ثقل ڈیڑھ سو گنا بڑھ جاتی، ہوا کے غلاف کی موٹائی گھٹ کر ۵ سو میل کی بجائے صرف ۴ میل رہ جاتی نتیجہ یہ ہوتا کہ ہوا کا دباؤ ایک ٹن فی مربع انچ تک جا پہنچتا، اس غیر معمولی دباؤ کی وجہ سے زندہ اجسام کی نشو ونما ممکن نہ رہتی، ایک پونڈ وزن جانور کا وزن ایک سو پچاس پونڈ ہوجاتا، انسان کا جسم گھٹ کر گلہری کے برابر ہوجاتا اور اس میں کسی قسم کی ذہنی زندگی ناممکن ہوجاتی؛ کیوں کہ انسانی ذہانت حاصل کرنے کے لئے بہت کثیر مقدار میں اعصابی ریشوں کی موجودگی ضروری ہے اور اس طرح پھیلے ہوئے ریشوں کا نظام ایک خاص درجہ کی جسامت ہی میں پایا جاسکتا ہے۔(۱)

سائنس دانوں کی پہنچ اور ان کی تحقیق کے مطابق زمین اپنے محور کے گرد 23.5 ڈگری جھکی ہوئی ہے، اگر یہ جھکاؤ نہ ہوتا، تو زندگی تقریباً ناممکن ہوتی اور اگر یہ زاویہ بڑھا ہوا ہوتا، تو قطبین کی برف محض چند سالوں میں پگھل کر ہمیں خس وخاشاک کی طرح بہالے جاتی، ایسے ہی اگر یہ زاویہ کم ہوتا تو قطبین کا احاطہ بڑھتا رہتا، یہاں تک کہ یورپ کو بھی اپنے لپیٹ میں لے لیتا اور زندگی خط استواء کے اردگرد منحصر ہوکر رہ جاتی، زمین اپنے محور کے گرد 24 گھنٹے میں ایک چکر پورا کرتی ہے اگر یہ وقت 30 گھنٹے ہوجائے، تو روئے زمین پر اتنی تیز ہوائیں چلیں کہ قیامت صغریٰ کا منظر آنکھوں کے سامنے آجائے۔

کائنات کے منظّم طور پر بننے اور سنورنے کے بعد زمین پر فساد پھیلانے کی ممانعت فرماتے ہوئے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا :

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها . (۲)

---

(۱) ملاحظہ کیجئے: املاک موہب، جون ۲۰۰۱ء (۲) الاعراف: ۵۶

اور دنیا میں بعد اس کے اس کی درستی کردی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ۔(بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان سورج اور جو کچھ زمین وآسمان میں ہے، سب کو انسان کے لئے مسخر فرمایا اور گویا اسے ان کا مالک بنا کر کائنات اس کے حوالے کردی :

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً منه . (۱)

اور جتنی چیزیں آسمانوں میں جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے مسخر بنایا۔(بیان القرآن)

ایک جگہ بنی آدم کی نگاہ عبرت کھولنے کے لئے یوں فرمایا :

الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الارض . (۲)

کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو۔(بیان القرآن)

رزق خداوندی سے بہرہ ور ہونے کے بارے میں ارشاد ہوا :

ھو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا وکلو من رزقه . (۳)

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کردیا، سو تم اس کے راستوں میں چلو اور خدا کی روزی میں سے کھاؤ۔(بیان القرآن)

اس طرح کی بے شمار آیتیں ہیں، جو زمین ہی نہیں؛ بلکہ پوری کائنات سے نفع اٹھانے کی تعلیم کے ساتھ ساتھ درست طریقۂ استعمال کی ترغیب دیتی ہیں اور ان کے انداز بیان سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ نظام کائنات اس قدر مستحکم ہے کہ اس میں تبدیلی کا آجانا، ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہے، اسلام نے زندگی گزارنے کے لئے جو روشنی دی ہے؛ اگر اس سے صحیح رہنمائی حاصل کی جائے تو موجودہ زمانہ کے ہمہ گیر مسائل کی دشواریوں سے نجات مل سکتی ہے۔

---

(۱) جاثیہ:۱۳ (۲) الحج:۶۵ (۳) الملک:۱۵

آج ماحول کی باریکیوں اور نزاکتوں کا خیال کئے بغیر اور انجام کار سے بے خبر ہوکر، حضرت انسان نے سمندروں (جو زمین کا 314 حصہ ہیں)، فضاء اور زمین کے چپے چپے کو آلودگی کی نذر کردیا ہے، بالخصوص پچھلے دو سالوں میں صنعتی ترقی، دفاعی ساز وسامان کی تیاری اور شہروں کی طرف لوگوں کی بے تحاشا نقل مکانی نے، ماحول کو ابتر سے ابتر کردیا ہے، مجموعی طور پر زمین کی گود سے سالانہ 6x10/5 ٹن معدنیات نکالی گئی تھی، اگر اسی رفتار سے نکالی جاتی رہیں، تو اگلے پچیس سال میں معدنیات سے ہم تہی دامن ہوجائیں گے۔

''جہاں تک زمین پر ڈالی جانے والی غلاظتوں کا مسئلہ ہے، تو ہر سال تیس ہزار ملین ٹن غلاظتیں روئے زمین پر بکھیری جاتی ہیں، گرد وغبار کی مقدار 250 ملین ٹن ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ 146 ملین ٹن جب کہ N20 کی مقدار 53 ملین ٹن ہے، انسان کی ان ہی غیر معقول سرگرمیوں، جارحانہ پالیسیوں اور سیاہ کارناموں کی بناء پر ہم ہر سکنڈ میں فٹ بال گراونڈ کے برابر جنگلات سے محروم ہورہے ہیں، جہاں تک زہریلے کیمیاوی مادوں کا تعلق ہے، تو ستر ہزار ٹن سالانہ صرف امریکہ میں استعمال ہوتے ہیں''۔(۱)

توانائی کی عالمی طلب 18.1x10/19 ٹن کوئلے کے لگ بھگ سالانہ اور کوئلہ 7150x10/6 ٹن سالانہ استعمال ہوتا چلا آرہا ہے، جس سے آلودگی کی تنہا اور اس کی تباہ کاریوں کی منتہی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ہر روز سو کے لگ بھگ جانداروں کی اقسام ماحول کی آلودگی کی نذر ہورہی ہیں، کاربن ڈائی آکسائیڈ کی افراط سے گلوبل وارفنگ کے خدشات بڑھ رہے ہیں، اگر برف کے ذخائر پگھل جائیں تو سمندر 200 فٹ اونچے ہوجائیں اور زمین کا سارا علاقہ سمندر کی صورت اختیار کرجائے، ماحولیاتی آلودگی کا ہی اثر ہے کہ کرۂ ارض کے اوپر اوزون بھی اب محفوظ نہیں رہی ہے، جس کے اثرات فصلوں، انسانوں اور دیگر جانداروں پر مرتب ہورہے ہیں، اوزون کی اسی مخمصی حالت کے بارے میں شاعر نے کہا ہے :

---

(۱) قرآن اور ماحولیات

اوزون کو فضاء میں کیا خود ہی بے لباس
اب خود ہی اس کو دیکھ کر شرما رہا ہوں میں

جس جگہ اور جس علاقے میں انسان آباد ہوتے ہیں، ان کی بود و باش ہوتی ہے یا جن مقامات سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں، یا جو جگہیں ان کے استعمال میں آتی ہیں، اسلام نے ان جگہوں کی صفائی کا خاص حکم کیا ہے، ایسی جگہوں پر غلاظتیں یا پاخانہ پیشاب کرنے سے منع کیا ہے کہ اس سے طبیعت سلیمہ کو تنفر اور عام بیماری کے پھیلنے کا خدشہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص پھل دار درخت کے نیچے قضائے حاجت کرے، نیز اس سے بھی منع کیا کہ کوئی بہتی نہر کے کنارے رفع حاجت کرے، حدیث شریف کے الفاظ ہیں :

عن ابن عمرؓ قال : نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يتخلى على صفة نهر جار ، رواه الطبراني في الاوسط . (۱)

ایک دوسری روایت حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے مسلمانوں کو ان کے راستوں میں تکلیف پہنچائی (غلاظت یا قضائے حاجت کے ذریعے) وہ ان کی لعنت کا مستحق ہوا" حدیث شریف کے الفاظ ہیں :

عن حذيفة بن أسيدؓ : أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : من أذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتم ، رواه الطبراني في الكبير . (۲)

ایک دوسری روایت میں مفاد عامہ کے لئے استعمال ہونے والی جگہوں پر قضائے حاجت کی ممانعت وارد ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین ایسی جگہوں سے بچو، جو لعنت کا سبب بنتی ہیں، یعنی پانی کے گھاٹ، شاہراہ اور سائے میں بول و براز کرنے سے :

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اتقوا الملاعن

---

(۱) مجمع الزوائد: ۱/۴۸۳، حدیث نمبر: ۱۰۰۰ (۲) مجمع الزوائد: ۱/۴۸۳، حدیث نمبر: ۱۰۰۱

الثلاثة : البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل . (۱)

مذکورہ احادیث میں رسول اکرم ﷺ نے چھ مقامات پر قضائے حاجت کرنے سے صراحتاً منع فرمایا ہے، پھل دار درخت کے نیچے پاخانہ پیشاب سے منع فرمایا، اس لئے کہ اگر ایسی جگہوں کو ان چیزوں سے پاک صاف نہیں رکھا گیا، تو متعدد قسم کی خرابیاں اور دشواریاں پیدا ہوسکتی ہیں، مثلاً لوگ میٹھے پھل کے حصول سے محروم ہوجائیں گے؛ اس لئے کہ جب پھل پک کر گریں گے، تو گندگی میں ملوث ہونے کے باعث قابل انتفاع نہیں رہیں گے، دوسرے سلیم الطبع اور نفیس المزاج حضرات درخت کے قریب ہونے سے گریز کریں گے اور درخت تقریباً غیر منتفع ہوجائے گا اور اللہ کی ایک عظیم نعمت کا تعطل لازم آئے گا، جو بہت بڑی ناشکری ہے، جس کی وجہ سے نعمت کے زائل ہوجانے کا بھی اندیشہ ہے۔

چلتی نہر کے کنارے رفع حاجت سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اگر یہ احتیاط نہ برتی گئی تو نجاست وغلاظت کی کثرت سے نہر کا پانی آلودہ اور ناپاک ہوجائے گا اور پانی کا جن علاقوں سے گزر ہوگا، وہاں کے انسان اور حیوانات، اس کے برے اثرات سے متاثر ہوں گے اور ان میں قسم قسم کی بیماریاں پھیلیں گی، آج اسی بے احتیاطی اور قوانین شریعت سے چشم پوشی کا نتیجہ ہے کہ پانی کی آلودگی کے سبب نہ صرف یہ کہ لوگ قابل لغرش پانی کی بوند کو ترس رہے ہیں؛ بلکہ زہر آلود پانی پینے کی وجہ سے بے شمار جانور روزانہ موت کی آغوش میں دم توڑ رہے ہیں، حکومت ہند نے دریائے جمنا میں کچڑے ڈالنے پر امتناعی حکم جاری کیا ہے، وہ اسی کا ایک حصہ ہے، دنیا والے صفائی کے عمل پر کافی زور دے رہے ہیں؛ مگر ان کے یہ پرفریب وعدے اور ہنگامہ آرائیاں صدا بصحرا ثابت ہورہی ہیں اور ماحول ہر آن ابتری کی طرف تیز گام ہے؛ لہٰذا ان نازک حالات میں اسلامی تعلیمات سے روشنی حاصل کرنا نہایت ناگزیر ہوگیا ہے، کاش اہل دنیا کی سمجھ میں یہ بات آجائے۔

---

(۱) مشکوٰۃ مع المرقات:۱/۳۶۰، ابوداؤد مع بذل المجھود:۱/۱۸-۱۹

شاہراہوں اور چوراستوں پر نجاست ڈالنے اور رفع حاجت وغیرہ سے منع کرنے کی علت خود حدیث شریف میں بیان کردی گئی ہے کہ اس طرح کے عمل سے راہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں پر وہ لعنت بھیجتے ہیں، اسی طرح اس سے پھیلنے والی بدبو سے آس پاس کے لوگوں کی زندگی دو بھر ہوجاتی ہے اور وہ متعدد بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، آج کل سڑکوں کے کنارے، گلی کوچوں اور دروازوں پر گندگی اور نجاست کے ڈھیر لگے رہتے ہیں، نہ حکومت کی طرف سے اس کا کوئی معقول انتظام ہے اور نہ ہی انفرادی طور پر لوگ اس کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں، جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

سایہ اور گھاٹ پر نجاست پھیلانے اور غلاظت ڈالنے سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے؛ اس لئے کہ جب مسافر تھک ہار کر چور ہوجاتا ہے اور شدت گرمی کی وجہ سے اس کی ہمت سفر جواب دے جاتی ہے تو کسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر ہی کچھ راحت حاصل کرتا اور پھر نئے جوش وجذبے کے ساتھ منزل کی تلاش میں نکل پڑتا ہے، اگر ایسی جگہوں کو صاف ستھرا نہیں رکھا گیا، تو مسافروں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی طرح گاؤں گیرانے کے لوگ بھی ذہنی سکون اور ہوا خوری کے لئے ان ہی جگہوں کا انتخاب کرتے ہیں، وہ اپنے مفادات سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، گھاٹ سے جس طرح انسان اپنی پیاس بجھاتا ہے، ایسے ہی خدا کی دیگر مخلوق بھی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے گھاٹوں کا رُخ کرتی ہیں، اگر انھیں آلودگی سے پاک نہیں رکھا گیا تو چشمے، تالاب اور کنویں کا پانی قابل استعمال نہ رہنے کی وجہ سے انسان اور حیوان پیاسے رہ جائیں گے یا پھر آلودہ پانی پینے کے سبب بیماریوں میں مبتلا ہوکر، کچھ تو موت کی نیند سو جائیں گے اور جو بچیں گے انھیں کرب واندوہ بھری زندگی کا سامنا ہوگا۔

مسجد میں، جہاں لوگ اپنے پروردگار سے محوِ گفتگو ہوتے، اس کی تحمید وتسبیح کرتے، اس کی عظمت اور بڑائی کے آگے سجدۂ نیازمندی بجالاتے، اس کی رحمت ورأفت کی بھیک مانگتے اور اپنی غلامی، محتاجی بے کسی اور عاجزی کا اقرار کرتے ہیں، مسلمانوں کا مذہبی اعتبار

سے بڑا اجتماع ہوتا ہے، اسلام نے اس کی طہارت و نظافت اور صفائی و ستھرائی کی تعلیم دے کر ماحول کے تحفظ کو یقینی بنایا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات کا حکم دیا کہ محلوں میں مساجد تعمیر کی جائیں اور انھیں پاکیزہ اور صاف رکھا جائے، حدیث کے الفاظ ہیں :

أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ببناء المساجد فى الدور وأن تنظف وطيب ، رواه الخمسة الا النسائى . (۱)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے علاقوں میں مساجد تعمیر کریں اور انھیں میل کچیل سے پاک وصاف رکھیں :

عن سمرة بن جندب قال : أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نتخذ المساجد فى ديارنا ، وأمرنا أن ننظفها ، رواه احمد والترمذى وصححه ، ورواه أبوداؤد ولفظه "كان يأمرنا بالمساجد أن نضعها فى ديارنا ونصلح صنعها ونطهرها " قال الشوكانىؒ : " والمراد تنظيفها من الوسخ والدنس " . (۲)

مساجد کی صفائی کے ضمن میں آپ ﷺ نے بہت سے ایسے احکامات جاری کئے ہیں، جن کی رعایت سے نہ صرف یہ کہ وہاں بدبو اور گندگی سے بچا جا سکتا ہے؛ بلکہ خود انسان ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے محفوظ رہ سکتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: جس نے لہسن، پیاز یا بدبودار چیز کھائی ہو، وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ ہو ،یعنی ان چیزوں کے استعمال کرنے کے بعد مسجد میں نہ آئے؛ اس لئے کہ اس سے بدبو پھیلتی ہے اور لوگوں کو اذیت ہوتی ہے، ایسے ہی فرشتے، جو نوری مخلوق ہیں، بدبو سے اذیت محسوس کرتے ہیں اور ایسے لوگوں سے متنفر ہوتے ہیں، علماء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ان

(۱) نیل الاوطار: ۲/۱۷۱ (۲) نیل الاوطار: ۲/۱۷۱

تمام چیزوں کا یہی حکم ہے، جن سے بدبو پھیلتی ہو اور وہ تمام جگہیں جہاں بہت سے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہو، مثلاً ذکر، علم اور عبادت کے حلقے، ولیمہ وغیرہ کے مجمع اور دورِ حاضر میں جلسے جلوس، ریلیاں وغیرہ، مساجد کے حکم میں ہیں؛ اس لئے کہ ممانعت کی علت بدبو کے پھیلاؤ سے انسانی طبیعت میں پیدا ہونے والی کبیدگی ہے، روایت کے الفاظ ہیں:

عن جابرؓ أن النبی صلی الله علیه وسلم قال : من أكل الثوم والبصل والكرث فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم ، متفق علیه ، قال النووی بعد أن ذكر حديث مسلم بلفظ " فلا يقربن المساجد " هذا تصريح بنهی من أكل الثوم ونحوه عن دخول كل مسجد ، وهذا مذهب العلماء كافة ، الا ماحكاه القاضی عياض عن بعض العلماء أن النهی خاص بمسجد النبی صلی الله علیه وسلم قال العلماء : ويلحق بالثوم والبصل والكراث كل ماله رائحة كريهة من المأكولات وغيرها .

قال القاضی عياض : ويلحق به من أكل فجلاً وكان يتجشأ ، قال : قال ابن المرابط : ويلحق به من به بخر فی فيه أو به جرح له رائحة ، قال القاضی : وقاس العلماء على هذا مجامع الصلاة غير المسجد كمصلی العيد والجنائز ونحوها ، من مجامع العبادات ، وكذا مجامع العلم والذكر والولائم ونحوها . (۱)

زمینی آلودگی کے سدباب کے لئے اسلام نے جس فطری آواز کو بلند کیا ہے اور جو مناسب ہدایات دی ہیں، ان میں نمایاں طور پر حضور ﷺ کا یہ فرمان کافی اہمیت کا حامل ہے کہ ایمان کے ستر اور کچھ زائد شعبے ہیں ان میں افضل ترین شعبہ لا الہ الا اللہ کہنا اور کمتر شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، حدیث کے الفاظ ہیں:

---

(۱) نیل الاوطار: ۱۷۲/۲

عن أبی ہریرۃؓ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :
الایمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا اله الا الله
وأدناها اماطة الاذی عن الطریق ، والحیاء شعبة من
الایمان ، متفق علیه . (۱)

ترمذی کی روایت میں ہے :

عن ابی ہریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم : بینما رجل
یمشی فی الطریق اذا وجد غصن شوک فأخره فشکر
الله له فغفر له . (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اس جملے ''**وأدناه أماطة الأذی عن الطریق**'' کی مثال پورے عالم انسانیت کا کوئی فرد بشر پیش نہیں کرسکتا، اس جملے میں جو معنویت، آفاقیت اور پیغام ہے دراصل اس میں امن وسلامتی، پرکیف اور فرحت بخش ماحول اور بہار آفریں زندگی کی بقاء کا راز ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے راستے میں پڑے کانٹوں، پتھروں اور گندگیوں کو ہٹادینے کو ایمان کا جزء قرار دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام نے جب اتنے معمولی عمل کو اتنا بلند پایہ مرتبہ دیا ہے اور بنی آدم کی اتنی معمولی اور ناقابل اعتناء تکلیف بھی اسے گوارا نہیں، تو بھلا وہ ان اسباب اور ذرائع کو کیسے سند جواز فراہم کرسکتا ہے، جن سے تنہا کسی شخص کی تکلیف یا ہلاکت ہی نہیں؛ بلکہ ساری انسانیت اور حیوانات ونباتات کی جان خطرے میں ہو اور اب تک لاکھوں محترم جانیں جن کی نذر ہوچکی ہیں، شریعت اسلامی نے ہر ایسی راہ اختیار کرنے کی مذمت کی ہے، جس سے نفس انسانی کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلکة**'' یعنی خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) مشکوۃ مع المرقاۃ:۱/۶۸ (۲) ترمذی:۲/۱۷

تیسرا باب

آبی آلودگی کا مسئلہ

آبی آلودگی کا مسئلہ

پانی اللہ کی اتنی عظیم نعمت ہے کہ ساری کائنات مل کر بھی اس ایک نعمت کا شکر یہ ادا کرنا چاہے، تو اس کے ایک فیصد کا حق بھی ادا نہ ہو سکے، انسان سے لے کر جانور، چرند و پرند حتیٰ کہ نباتات بھی اپنی زندگی کی بقاء کے لئے ہر دم پانی کی محتاج ہیں، بغیر پانی کے کوئی جاندار تو کیا درخت اور سرسبز و شاداب کھیت اور باغات بھی بقید حیات نہیں رہ سکتیں، زمین مٹی کا وہ پیالہ ہے، جو پانی سے نہ صرف لبریز ہے؛ بلکہ اس کی بساط سے بھی زیادہ آبی ذخیرہ اس میں موجود ہے اور وہ دستِ قدرت ہی ہے، جو اسے چھلکنے سے روکے ہوئے ہے، پانی گویا زندگی کا ایندھن ہے اگر ہم پہاڑوں اور خاموش پتھروں کو چھوڑ دیں (کیوں کہ وہ تو پہلے ہی سے صرف اللہ کی تسبیح کرتے ہیں) تو دنیا میں پائی جانے والی 80 سے 100 بلین کے لگ بھگ جانداروں کی اقسام پانی کی ہی مرہون منت ہیں، اگر پانی نہ ہوتا، تو انسان ہوتے نہ حیوانات، درخت ہوتے نہ جنگلات، چرند پرند ہوتے، نہ مرغزاروں کا غول، غرض رنگوں اور آوازوں کی یہ دل فریب اور خوش نما دنیا شہرخموشاں میں تبدیل ہو جاتی، پانی کی اس اہمیت کا اگر صحیح ادراک ہو جائے تو روزانہ محض فلش (Flush) کے لئے روزمرہ کے پانی کا 40 فیصد فضلات کے ساتھ نہ بہایا جائے۔

پانی کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے :

وجعلنا من الماء کل شئ حی أفلا یؤمنون . (۱)

اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے، کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ (بیان القرآن)

---

(۱) الانبیاء: ۳۵

ایک دوسری جگہ تمام جانداروں کے پانی سے تخلیق کئے جانے کو یوں واضح کیا گیا ہے :

واللہ خلق کل دابۃ من ماء . (۱)

اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔

کھیتوں میں روح پھونکنے، اس سے اناج اور سبزہ اُگانے اور باغات کی سینچائی میں سورج کے ساتھ پانی کا اتنا اہم رول ہے کہ اگر اس کی فراہمی کی مقدار میں معمولی فرق آجائے تو کھیلتی دنیا، لمحوں میں خاموش ہوجائے اور خشک سالی سے متاثر ہوکر حیوانات کی موت کا سلسلہ شروع ہوجائے، جیسا کہ دنیا کے مختلف خطوں میں ایسے دردناک مناظر دیکھے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وجعلنا سراجاً وھاجا ، وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا ، لنخرج به حباً و نباتا ، وجنت الفافاً . (۲)

اور ہم نے ایک روشن چراغ بنایا اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا، تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔ (بیان القرآن)

وہ زمینیں جو مردہ ہوچکی ہیں اور ان کی کاشت کی صلاحیت ختم ہوچکی ہے، ان میں زندگی عطا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پانی برساتا ہے، جس کے بعد وہی زمین، جواب تک بنجر اور بے آب و گیاہ تھی، سبز اور لہلہاتے کھیتوں کا مرکز بن جاتی ہے اور انسان اور پرندوں کا خاندان اس کے اردگرد منڈلانے لگتا ہے، وہاں آبادی بس جاتی ہے، ہر طرف چہل پہل اور خوش حالی کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔

واللہ أنـزل من السماء ماء فاحیا به الارض بعد موتھا ، أن فی ذلک لآیة لقوم یسمعون . (۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس

---

(۱) النور:۴۸ (۲) النباء:۱۳-۱۶ (۳) النحل:۶۵

کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا اس میں ایسے لوگوں کے لئے
بڑی دلیل ہے، جو سنتے ہیں۔ (بیان القرآن)

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہے :

والذی نزل من السماء ماء بقدر فانشرنا به بلدة میتاً
کذلک تخرجون . (۱)

اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز سے برسایا، پھر ہم نے
اس سے خشک زمین کو زندہ کیا، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

ماہرین نے تحقیق کے بعد کہا ہے کہ بیکٹریا اور زمین میں موجود دیگر حیات کے جینیاتی کوڈ پانی سے متحرک ہو جاتے ہیں اور بیج اُگنے لگتے ہیں۔

آسمان سے برسنے والے پانی سے جہاں بنجر اور خشک زمین میں انقلاب آتا ہے، وہیں انسان اور حیوانات کو پینے کا پانی دستیاب ہوتا ہے؛ اگر بارش روک دی جائے، تو جنگلوں میں رہنے والے جانوروں کی زندگی کی ضمانت کون دے سکتا ہے اور کس کی قدرت ہے کہ وہ انھیں پانی بہم پہنچائے یا بغیر پانی کے زندہ رکھ سکے، اللہ جل شانہ فرماتے ہیں :

وأنزلنا من السماء ماء طهوراً لنحيي به بلدة ميتاً ونسقيه
مما خلقلنا أنعاماً وأناسي كثيراً . (۲)

اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک صاف کرنے کی
چیز ہے تاکہ اس کے ذریعے سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں
اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چارپائیوں اور بہت سے
آدمیوں کو سیراب کریں۔ (بیان القرآن)

انسان بارش کو سورج کے بل بوتے پر بس بخارات بننے اور اس کے دوبارہ پانی پینے پر منتج کرتا ہے، جب کہ پروردگار نے بڑے سادہ اور واضح الفاظ میں بارش کے پانی اور اس

---

(۱) الزخرف:۱۱ (۲) الفرقان:۴۸-۴۹

سے زندگی کی بقاء کو سمجھایا ہے۔

''امریکہ کے محقق ونسن جے شیفر کے مطابق پانی کے نہایت چھوٹے اور خالص (نمکیات سے پاک) قطرے منفی 40C پر بھی نہیں جمتے؛ مگر پانی ناخالص ہو تو صفر ڈگری سنٹی گریڈ پر جم جاتا، اب ماہرین اس نظریے پر متفق ہو رہے ہیں کہ بادل عام بخارات نہیں ہوتے؛ بلکہ کائناتی دھول (Cosmicdust) کے لطیف آنچل میں لپٹ کر ننھے ننھے قطروں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، جن کی تعداد ایک مکعب سنٹی میٹر بادل میں ایک ارب کے لگ بھگ ہوتی ہے، پھر یہ قطرے تکثیفی مرکز کے گرد بڑے ہو کر بارش کی صورت، سائبریا جیسے سرد اور جیکب آباد جیسے گرم خطوں میں جا گرتے ہیں، بارش بننے کا عمل انتہائی پیچیدہ مساوات اور حساب سے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب سائنس دان بادل کو عام بخارات نہیں کہتے، اگر بادل محض بخارات کا نام ہوتا، تو آج ہم بارش کے نرم و نازک قطروں سے لطف اُٹھانے کے بجائے برف کے بڑے بڑے بلاکوں اور دیو ہیکل پتھروں سے بچنے کے لئے سر چھپاتے پھرتے، جب سے یورپ پر تیزابی بارش (Acidrain) کا ناگوار چھڑکاؤ، خود ان کے اعمال بد کے باعث شروع ہوا ہے، اللہ کے بنائے ہوئے بارش کے نظام کی جانب توجہ بڑھتی جارہی ہے''۔(۱)

جب زمین مرجھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ پانی برساتا ہے، جس کی وجہ سے زمین میں زندگی اور تر و تازگی دوڑنے لگتی ہے اور ہر قسم کے بارونق جوڑے اُگ آتے ہیں، جو انسانوں اور جانوروں کی بقائے زندگی کے لئے لازم اور ضروری ہوتے ہیں :

وتری الارض هامدة فاذا أنزلنا عليها الماء اهتزت وربت
وانبتت من كل زوج بهيج . (۲)

اور اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک ہے، پھر جب ہم
اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ اُبھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۱۰-۱۱۱ (۲) الحج:۵

کی خوشنما نباتات اُگاتی ہے۔(بیان القرآن)

یہ آیات بھی ملاحظہ کیجئے :

ھو الذی أنزل من السماء ماء لکم منه شراب ومنه شجر فیه تسیمون ، ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والأعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلک لآیة لقوم یتفکرون . (۱)

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور جس سے درخت ہیں، جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو، اس سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے، بےشک اس میں سوچنے والوں کے لئے دلیل ہے۔(بیان القرآن)

آب نوش کے ساتھ ساتھ نباتات پر بالخصوص بحث فرما کر آب رواں اور ابر رحمت کی افادیت کو مزید اُجاگر فرمایا، حیرت کدۂ دھر میں کھوئے کھوئے یہ بھی پڑھئے :

الم تر ان اللہ أنزل من السماء ماء فسلکه ینابیع فی الارض ثم یخرج به زرعاً مختلفاً ألوانه ثم یھیج فتراہ مصفراً ثم یجعله حطاما ، ان فی ذلک لذکری لأولی الالباب . (۲)

کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کردیتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے، جس کی مختلف قسمیں ہیں، پھر وہ کھیتی بالکل خشک ہو جاتی ہے، سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے، پھر

---

(۱) النحل:۱۰-۱۱ (۲) الزمر:۲۱

اس کو چورا چورا کر دیتا ہے، اس میں اہل عقل کے لئے بڑی
عبرت ہے۔

لہلہاتی کھیتیاں، پر رونق سبزہ زار اور ہری بھری چراگاہیں اللہ کی نشانیاں ہیں، جیسا کہ نیچے مذکور ہے :

الذی جعل لکم الارض مهداً وسلک لکم فیها سبلاً وأنزل من السماء ماء فأخرجنا به ازواجاً من نبٰت شتی کلو وارعو انعامکم، أن فی ذلک لآیت لاولی النهی . (۱)

وہ ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے واسطے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے خود کھاؤ اور اپنے مواشی کو چراؤ، ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے نشانیاں ہیں۔(بیان القرآن)

نباتات پر انسانوں اور تمام حیوانات کے رزق کو منحصر کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر نا قابل تردید دلیل قائم کر دی ہے اور چوں کہ نباتات کا دار و مدار پانی پر ہے؛ اس لئے پانی کی اہمیت اور برتری ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اسی مضمون کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے :

الذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً وأنزل من السماء مآء فأخرج به من الثمرات رزقا لکم . (۲)

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے۔(بیان القرآن)

---

(۱) طٰہٰ:۵۳ (۲) البقرۃ:۲۲

انسانوں اور جانوروں کے رزق کے مختلف مراحل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا :

فلینظر الانسان الی طعامه أنا صببنا الماء صباً ، ثم شققنا الارض شقاً ، فانبتنا فیها حباً وعنباً وقضباً وزیتوناً ونخلاً وحدائق غلباً وفاکھة واباً متاعاً لکم ولانعامکم . (۱)

سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا، پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا، پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا، تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدے کے لئے۔ (بیان القرآن)

مذکورہ بالا سطور میں ذکر کردہ آیات سے اتنی بات تو صاف ہو ہی جاتی ہے کہ پانی اللہ کی قابل قدر اور بے مثال نعمت ہے، نظام کائنات میں اسے کافی مضبوط حیثیت حاصل ہے اور تمام مخلوق کی ضرورتیں بالواسطہ یا بلا واسطہ اسی سے متعلق ہیں، یہ ایک بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی جتنی ضرورت اور جتنی اہمیت ہوتی ہے، اتنی ہی اس کی حفاظت ضروری ہوتی ہے، مثلاً سونا چاندی ہمارے معاشرے میں بیش قیمت اشیاء میں شمار ہوتے ہیں؛ اسی لئے ان کی حفاظت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، پانی چوں کہ اپنی تخلیق، افادیت اور انسانی وحیوانی ضرورتوں کے لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، اس لئے اسلام نے اس کی حفاظت اور ضیاع سے بچانے کی خاطر پہلے اور بنیادی قدم کے طور پر اس کے صحیح استعمال اور فضول خرچی سے احتراز کی بہت تاکید کی ہے۔

پانی کا 97% حصہ سمندروں میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے، جسے پینے کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے تو اللہ جل شانہٗ نے ہمارے پینے کے لئے میٹھے پانی کا انتظام

---

(۱) العبس: ۲۴-۳۲

دریاؤں، نہروں اور زیرزمین پانی کے وافر ذخیرے سے کیا ہے، نمکین اور کھارا پانی کے بعد دوسرا سب سے بڑا ذخیرہ قطبین کی برف اور گلیشیرز وغیرہ ہیں، جو زمین کے دونوں سروں پر خوبصورت برفانی ٹوپیاں (Icecaps) کی شکل میں ہیں؛ مگر یہ ذخیرۂ آب جو کل پانی کا ۴۱ء ۲ فیصد ہے، انسانی دسترس سے باہر ہے اور اسے استعمال میں لانا ممکن نہیں ہے۔

دنیا بھر سے کل پانی کی نہایت قلیل مقدار (0.031%) بارش کی شکل میں خشکی اور تری پر برستی ہے، پھر اس بارش کا بیشتر حصہ (0.024%) خود اسی سمندر میں جہاں سے بادلوں کے سائبان بہ کثرت جنم لیتے ہیں، جا گرتا ہے اور خشکی پر بسنے والوکو (0.007%) حصہ ملتا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں مختلف ذخائر کا پانی کس رفتار سے اپنی جنم بھومی یعنی سمندر کی گود میں جابستا ہے :

آبی ذخیرہ	پانی کی کل مقدار	عارضی قیام کی مدت
بحر تلاطم خیز	97.5%	ایک ہزار سال
برف کے پہاڑ	2%	ایک ہزار سال سے دس لاکھ سال تک
فضائی مسکن	0.001%	محض دس دن
زیرزمین پانی	0.5%	دس سے سو سال
دلکش جھیلیں	0.175%	بقدر نصیب
مٹی کی نمی	0.11%	چند ماہ
آب جو منہ زور دریا	0.0001%	فقط چند یوم

ماہرین کا کہنا ہے کہ کل پانی کا صرف 0.031% بادلوں کی صورت میں تیزی سے گردش کرتا ہے، اس کا 95% واپس سمندروں میں مل جاتا ہے، بقیہ آہستہ آہستہ سوئے بحر چلتا ہے۔(۱)

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۱۶

بادی النظر میں قابل نوش پانی کی مقدار نہایت قلیل معلوم ہوتا ہے؛ مگر حقیقت ایسی نہیں ہے، جاپانی سروے کے مطابق پینے کے پانی کی مقدار فی کس 500 ملین لیٹر بنتی ہے، اگر روئے زمین پر موجود ہر شخص سو سال زندہ رہے تو دو لیٹر یومیہ فی کس کے حساب سے یہ مقدار 73,000 لیٹر ہوگی، یوں پانی کی قلت کا دور دور تک کوئی اندیشہ نہیں ہے، یہ تو بنی آدم کی نااہلی، ناعاقبت اندیشی، بے فکری، شاہ خرچی اور ناقص حکمت عملی ہے کہ دنیا کی آدھی آبادی کو پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں ہے، دوسری طرف پانی کے عظیم ذخیروں یعنی سمندروں پر آلودگی کے بھرپور حملے ہو رہے ہیں، ایک اندازے کے مطابق دنیا کے سمندروں میں 1.4x1./36 ٹن پانی موجود ہے، ہر سال زمین پر دندناتے دریا 2x10/14 ٹن پانی اور 4.5x10/11 ٹن غلاظتیں بہا کر سمندروں کو مکدر بناتے رہتے ہیں۔(۱)

گھروں کی نالیوں سے نکلا ہوا پاخانہ پیشاب (Seawages) کل کارخانوں سے نکلے ہوئے بیکار کیمیائی مادے اور پانی، ڈیٹر جینسٹ (Detergents) جیسے ڈی، ڈی ٹی فینائل گیمکسن وغیرہ یا تیل صاف کرنے والے کارخانوں، صنعتی فضلات اور سمندری جہازوں کے ذریعہ ندی، تالابوں، جھیلوں اور سمندروں کا پانی زہریلا ہو جاتا ہے، Bod (Bioiogicai 0.2-Demand) یا Cad (Chemieal-0.2 Demand) وغیرہ کی وجہ سے پانی میں آکسیجن کی کمی اور اس کی وجہ سے سمندری مچھلیوں اور دیگر اہم جانداروں کی اموات کی شرح میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، جس کا خمیازہ بالآخر تمام اہل دنیا ہی کو بھگتنا پڑ رہا ہے، کیڈمیم کی آلودگی سے اٹائی کی نامانوس بیماری بھی آبی حیات کے لئے المیہ سے کم نہیں ہے، سمندروں میں تیل بردار جہازوں کے ڈوبنے اور سمندر کے پانی میں تیل کے پھیل جانے سے ہیضہ اور عام تباہی پھیلانے والی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، ممبئی کے سمندر میں پائی جانے والی مچھلیوں میں مونوموٹیا (Monomotia) بیماری کو پھیلتے دیکھا گیا، ٹھیک اسی طرح کی نشاندھی جنوری ۱۹۷۵ء میں دہلی میں ہونے والی سائنس کانگریس کی ایک

(۱) قرآن اور ماحولیات: ۱۰۴

میٹنگ میں ڈاکٹر پی جے دیورس نے کی تھی متھرا میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ، جو اپنا کچرا جمنا ندی میں ڈالتا ہے، وہ مستقبل میں تاج محل کی بقاء کے لئے خطرہ بنے گا، اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے، آج کی ترقی کے علم بردار تقریباً سبھی بڑے تجارتی شہر، کسی نہ کسی بڑی ندی یا سمندر کے کنارے بسے ہیں، وہ آبی آلودگی کے اضافہ میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔(۱)

خود ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی متعدد ریاستوں میں زیر زمین آلودہ ہے، دریاؤں اور سطح زمین پر موجود پانی کی نسبت زیر زمین پانی کی آلودگی زیادہ خطرناک اور دیرپا ہے، ایک سروے کے مطابق ہر سال دنیا بھر میں 25 ملین انسان آلودہ پانی کے سبب موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں؛ جب کہ ملیریا سے صرف 7 ملین افراد ہلاک ہوتے ہیں، آبی آلودگی کی وجہ سے ہی ہر گھنٹے میں تقریباً ایک ہزار معصوم بچے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں؛ جب کہ آلودگی کے سبب بیمار ہونے والوں کی تعداد 800 ملین افراد سالانہ ہے۔(۲)

پڑوسی ملک پاکستان میں زیادہ تر آبادی کا انحصار زیر زمین پانی پر ہے؛ جب کہ کراچی میں آبادی کا انحصار سطح زمین پر موجودہ پانی (Surfacewater) پر ہے، پاکستان میں قابل نوش پانی ایک سنگین مسئلہ ہے، صرف 61% شہری 14% دیہی آبادی کو صاف پانی دستیاب ہے۔(۳)

اکیسوی صدی میں زمین پر جانداروں کے لئے سب سے بڑا سوال، پانی کی دستیابی کا رہے گا، چاہے وہ پینے، زراعت یا صنعتوں میں استعمال کے لئے ہو، —— قدرت نے کرۂ ارض کی بناوٹ کچھ اس طرح کی ہے کہ تین حصہ سمندر ہے اور ایک حصہ زمین، سمندر سے بخارات بن کر اڑنے والا پانی، جو بارش کی شکل میں زمین پر برستا ہے، یا وقوع پذیر ہونے والے طوفان، نیز زیر زمین وسائل آب بھی، زمین پر بسنے والے انسانوں، چرندوں، پرندوں کی ضرورت پوری نہیں کر پا رہے ہیں، ماہرین کا اندازہ ہے کہ آنے والے

(۱) ملاحظہ کیجئے: سہ روزہ دعوت، دہلی جلد: ۴۹، شمارہ: ۵۱ (۲) قرآن اور ماحولیات: ۱۰۶
(۳) قرآن اور ماحولیات: ۱۰۶

دنوں میں جنگیں زمین یا سیاسی مقاصد کے لئے نہیں؛ بلکہ پانی کے حصول کے لئے ملکوں اور ریاستوں کے بیچ لڑی جائیں گی، ماہرین نے پانی کا حساب جو شمار کیا ہے، وہ سمندر، 71% اور زمین یا زیر زمین پانی کے وسائل 29% ہے، اس میں پینے کے قابل پانی کا حصہ صرف تین فیصد ہے، یہ تین فیصد بھی انسان کی پہنچ سے باہر ہے، پھر اس تین فیصد میں سے زمین کے اوپر پانی صرف 0.01% ہے، جس کو استعمال میں لایا جاتا ہے اور آج اس حصے کو نہ تو صحیح طریقہ پر استعمال کیا جارہا ہے، نہ اس کی حفاظت۔

بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورتوں میں غذائی اجناس کے ساتھ پینے اور استعمال کے پانی کی بھی ضرورت مساوی حیثیت کی حامل ہے؛ بلکہ پانی کی اہمیت وضرورت بڑھ جاتی ہے؛ کیوں کہ خود غذائی اجناس کی پیداوار کا انحصار پانی کی دستیابی پر ہے، پچھلی صدی میں چین، ہندوستان اور پاکستان نے پانی کی وہ حفاظت نہیں کی جو کی جانی چاہئے تھی، جس کے نتائج آج طوفان اور خشک سالی کی شکل میں ظاہر ہورہے ہیں، زمین پر برسے پانی کا تقریباً 40% حصے میں 5.4% پانی ہی جذب ہوتا ہے، بقیہ بے کار ہی بہہ جاتا ہے، ماہرین اس بہاؤ کو کم کرکے زیر زمین پانی کے وسائل کو 7% تک بڑھانا چاہتے ہیں، اقوام متحدہ کے انٹر نیشنل اگریکلچر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے 118 ممالک کا سروے کروایا، جس نے اندازہ لگایا کہ اس صدی کے دوسرے دہے تک 17 ممالک میں پانی کی شدید قلت ہوگی، جس میں افغانستان، مصر، سعودی عرب، پاکستان، اُردن، عراق، کویت، شام، تیونس، یونائیٹڈ عرب امارات، یمن، سنگاپور، جنوبی افریقہ، عمان، لیبیا اور اسرائیل شامل ہے، ان ممالک میں اسرائیل ہی ایک ایسا ملک ہے، جو دوسرے مسلم ملکوں کو جانے والے پانی پر قبضہ کرکے اوپری ملکوں سے آنے والے پانی کو ڈیم بنا کر روکنے کی دھمکی دے کر، اپنے ملک کی ضرورت پوری کررہا ہے اور پانی کے کم سے کم استعمال سے زرعی پیداوار حاصل کررہا ہے، جب کہ اوپر ذکر کئے گئے دوسرے ممالک اس ٹکنالوجی میں بہت پیچھے ہیں، ہندوستان اور چین کے بعض خطوں کے تعلق سے اندازہ قائم کیا گیا ہے کہ یہ صدی کے بیسویں سال تک

بھی پہنچنے کی زحمت گوارہ نہیں کریں گے؛ بلکہ دسویں سال کے آنے آنے تک شدید قلت سے دوچار ہوجائیں گے، جن میں ریاست آندھرا پردیش کا رائل سیما اور تلنگانہ علاقہ بھی شامل ہے۔

دوسرے درجے میں 24 ممالک کو رکھا گیا ہے، جہاں فی الوقت پانی کی قلت نہیں ہے؛ لیکن ابھی سے ان کی حفاظت نہ کی جائے تو وہ بھی نرغے میں آسکتے ہیں، شمالی امریکہ، یورپ کے بعض ممالک کا شمار اسی زمرے میں آتا ہے، تحقیقی ادارے کے اندازے کے بموجب آنے والے 25 سالوں میں 180 کروڑ کی آبادی پانی کی شدید قلت سے دوچار ہوجائے گی، ولڈ واچ اور امریکہ کے بعض تحقیقی ادارے بھی اپنی تحقیق کو اقوام متحدہ کے اندازوں سے قریب پاتے ہیں، دن بدن پانی کی زیادہ سے زیادہ قلت کے ذمہ دار ہیں، لاپرواہی سے استعمال، صنعتیں، زمین کا کٹاؤ، جذب میں کمی، جنگلوں کی تباہی، بڑھتا ہوا زمین کا درجۂ حرارت۔(۱)

صاف پانی کی عدم دستیابی کا ہی نتیجہ ہے کہ، غربت، پسماندگی اور خوراک کی کمی نے عوام کی زندگیوں کو اجیرن بنادیا ہے؛ مثلاً اقوام متحدہ کے خوراک اور زراعت کے ادارے کے مطابق 98% ترقی پذیر ملکوں کے ۷۹ کروڑ ۲۰ لاکھ افراد مناسب خوراک سے محروم ہونے کی وجہ سے صحت مند زندگی بسر کرنے سے قاصر ہیں، حتیٰ کہ صنعتی طور پر ترقی یافتہ ملکوں میں بھی تین کروڑ ۴۰ لاکھ افراد کو مناسب خوراک نہیں ملتی، مشرق وسطیٰ میں شمالی افریقہ، یمن، مراکش اور عراق اس لحاظ سے سرفہرست ہے، افریقی ممالک میں ۱۸ کروڑ ۶۰ لاکھ افراد کم خوراکی میں مبتلا ہیں اور یہ تعداد، وہاں کی کل آبادی کا ایک تہائی ہے، دوسری طرف بعض ممالک پانی کی نعمت سے خوب مالا مال ہیں، تو دوسرے اکثر ممالک اس سے محروم ہیں، جیسے کینڈا کے پاس اتنا ہی پانی ہے، جتنا چین کے پاس ہے؛ لیکن اس کی آبادی چین کی آبادی کا صرف 2.0% ہے، ایسے ہی براعظم افریقہ کے ملک لوٹسوانا میں صحرائے کالا باری واقع

(۱) دیکھئے: روزنامہ منصف حیدرآباد، جون ۲۰۰۱ء یکشنبہ

ہے اور وہاں پانی کی اہمیت کرنسی سے بھی زیادہ ہے، اسی لئے وہاں کی کرنسی کو ''پولا'' کہا جاتا ہے، جس کا مطلب علاقائی زبان میں ''بارش'' ہے، دنیا کے مختلف ملکوں میں زیر زمین پانی کے ذخیروں کی مقدار سے متعلق یہ اعداد وشمار کافی علم افزا ہے کہ دنیا میں پانی کے جتنے ذخائر پائے جاتے ہیں، ان کا 17% امریکہ، 5% انڈیا، جب کہ 35% دنیا کے دوسرے ملکوں میں پایا جاتا ہے۔(۱)

سمندر کے کھارے پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کر کے پینے کے لئے استعمال کرنے والوں میں آج وسط ایشیاء کا شمار دنیا کے نمبر ایک ممالک میں ہوتا ہے؛ لیکن اب بھی افریقی وایشیائی ممالک پانی کی حفاظت کے لئے معقول انتظام کرنے سے معذور ہیں شمالی ہند میں پانی عام طور پر پہاڑوں میں جمع برف کے پگھلنے یا پہاڑی علاقہ میں ہوئی بارش سے دستیاب ہوتا ہے، جو بہتے بہتے آخر کار خلیج یا سمندر میں جا گرتا ہے، ترقی یافتہ ملک امریکہ میں بھی موج مارتی، بل کھاتی ندیوں کے بہاؤ میں کمی آگئی ہے، جس سے وہاں خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے، اٹلی، یونان، اسپین اور پرتگال کی زمینوں کا کافی حصہ خشک سالی، سیم وتھور، آتشزدگی، سیلابوں یا چراگاہوں کے زیادہ استعمال کے باعث بانجھ پن کا شکار ہو چکا ہے، دریاؤں کا میٹھا پانی اگر سمندر میں گر جاتا ہے تو پھر وہ کسی کام کا نہیں رہتا، اس کی حفاظت سطح زمین پر موجود رہنے پر ہی کی جاتی ہے، اس کو روک کر تالابوں میں جمع کیا جاسکتا ہے، چھوٹے چھوٹے حصوں میں بہاؤ کم کر کے زیر زمین جذب کیا جاسکتا ہے؛ لیکن آج جذب کم اور زیر زمین پانی کا استعمال حد سے زیادہ بڑھ رہا ہے، اگر پانی زمین میں جذب نہ ہو تو نکالا کہاں سے جائے؟ اگر آج ہم پانی کی حفاظت کے طریقوں کو نہ اپنائیں، درجہ حرارت کو کم کرنے کے لئے درختوں کو نہ اُگائیں اور زیر زمین جذب کو نہ بڑھائیں، تو آنے والی نسلیں پانی کی شدید قلت سے دوچار ہو جائیں گی، جس کے لئے ہم اور صرف ہم ہی ذمہ دار ہوں گے۔

---

(۱) ماخوذ از: سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، جلد:۴۹، شمارہ:۶۹

دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہندوستان میں 16 سال سے کم عمر بچوں کی ایک تہائی تعداد محنت ومزدوری کے کاموں کی نذر ہوجاتی ہے، اعداد وشمار کے مطابق تقریباً 13.5 کروڑ لوگوں کو بنیادی صحت کی سہولتیں دستیاب نہیں 22.5 کروڑ لوگوں کو صاف پینے کا پانی میسر نہیں، 7 کروڑ افراد کو ڈرینج اور صفائی جیسی کوئی سہولت مہیا نہیں کی گئی، اگر گجرات، اُڑیسہ اور راجستھان میں عوام کی بدحالی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں ساری انسانی آبادی سوکھے کی وجہ سے بھوک اور پیاس میں مبتلا ہے، صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر نارائنن نے 15 اگست 2000ء کی تقریر میں کہا تھا کہ ہم کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر بیٹھے آسمانوں میں سٹیلائٹ اُڑا رہے ہیں، یا یہ کہ کچھ لوگ پانچ ستارہ ہوٹلوں میں ٹھنڈے اور گرم مشروبات سے محظوظ ہورہے ہیں۔(۱)

اسی طرح ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں زیرزمین پانی کے وسائل 9 سے 11 فیصد تو آندھرا پردیش میں 7 فیصد اور کہا جاتا ہے کہ قحط والے ضلعوں میں تو دو یا تین فیصد ہی ہیں، بارش سے بھرنے والے تالابوں کا پانی دیکھتے ہی دیکھتے خشک ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں بے ترتیب بورویلس کا غیر ذمہ دارانہ استعمال ہے، ہندوستان میں بارش کا پانی تین طرف سے آتا ہے، ابتداء میں بحر عرب پھر خلیج بنگال اور شمال میں ہونے والے بارش، اس کے بعد ہمالیہ سے پگھلنے والی برف؛ لیکن گرما کے آتے ہی ہر گاؤں پانی کی قلت سے دوچار ہوجاتا ہے، گجرات، راجستھان میں ضرورت مندوں کو میلوں پیدل جانا پڑتا ہے، ملک کی راجدھانی دہلی کے متعلق اندازہ لگایا جارہا ہے کہ 2014ء تک زیرزمین پانی کے سارے وسائل خشک ہوجائیں گے۔(۲)

آصف جاہی فرماں رواؤں نے ریاست دکن میں بڑے بڑے تالاب بنائے تھے جو آج تک بھی آب پاشی کے کام آرہے ہیں اور پینے کا پانی انھیں ذخائر آب سے حاصل کیا جارہا ہے، بہت سارے تالاب یا تو اب سوکھ چکے ہیں یا خشک ہونے والے ہیں، شیر شاہ

---

(۱) دیکھئے: اداریہ مصنف، حیدرآباد ۲۸/مئی ۲۰۰۱ء (۲) روزنامہ مصنف حیدرآباد ۱۴/جون یکشنبہ ۲۰۰۲ء

سوری اور مغل تاج داروں نے بھی سڑکیں بنائی تھیں اور پیڑ لگائے تھے، باؤلیاں بنائی تھیں، حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے کئی محلے باؤلیوں کے نام سے مشہور ہیں، لیکن وہ باؤلیاں اب غائب ہوگئی ہیں، جو باقی ہیں وہ خشک ہو چکی ہیں۔

سمندر اور اس کے فوائد

یہ امر واقعہ ہے کہ دنیا میں بہت سے آبی ذخیرے پائے جاتے ہیں؛ مثلاً جھیل، تالاب، چشمے، کنواں، دریا، جھرنا اور زیر زمیں؛ مگران میں سب سے بڑا ذخیرہ سمندر ہے، جو دنیا کی کل آبی مقدار کا 97% ہے، بادلوں کے لئے پانی کی سپلائی وہیں سے ہوتی ہے، جو کرۂ ارض کی سیرابی کا ذریعہ ہے، تو آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں سمندر اور اس کے فوائد کے سلسلے میں کیا مذکور ہے، سورۂ نحل میں ہے :

وهو الذی سخر البحر لتأكلوا منه لحماً طرياً وتستخرجوا منه حلية تلبسونها وترى الفلک مواخر فيه ولتبتغوا من فضله ولعلم تشكرون . (۱)

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو مسخر بنایا، تاکہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے گہنا نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور تاکہ شکر کرو۔ (بیان القرآن)

سورۂ جاثیہ میں ہے :

الله الذی سخر لكم البحر لتجری الفلک فيه بأمره ولتبتغوا من فضله ولعلكم تشكرون . (۲)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر و۔ (بیان القرآن)

---

(۱) النحل:۱۴ (۲) الجاثیہ:۱۲

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے :

ربکم الذی یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضله انه کان بکم رحیماً . (۱)

تمہارا رب ایسا ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تا کہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو، بے شک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے۔ (بیان القرآن)

سورۂ بقرہ میں ہے :

والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس . (۲)

اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کی نفع کی چیزیں لے کر، (دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں)۔

سورۂ فاطر میں ہے :

وما یستوی البحر ان هذا عذب فرات سائغ شرابه وهذا ملح أجاج ومن کل تأکلون لحماً طریاً وتستخرجون حلیة تلبسونها وتری الفلک فیه مواحز لتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون . (۳)

اور دونوں دریا برابر نہیں ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے اور ایک شور تلخ ہے اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے، پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں کہ تم اس کی روزی ڈھونڈو اور تا کہ تم شکر کرو۔ (بیان القرآن)

---

(۱) بنی اسرائیل:٦٦ (۲) البقرہ:۱۶۴

(۳) الفاطر:۱۲

سورۂ زخرف میں ہے :

وجعل لکم من الفلک والانعام ما ترکبون . (۱)

اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔(۲)

سورۂ فرقان میں ہے :

وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج ، وجعل بینھما برزخاً وحجراً محجوراً . (۳)

اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا جن میں ایک تو شیریں تسکین بخش ہے اور ایک شور تلخ ہے اور ان کے درمیان حجاب اور ایک مانع قوی رکھ دیا۔(بیان القرآن)

سورۂ رحمٰن میں ہے :

مرج البحرین یلتقیٰن بینھما برزخ لا یبغیٰن ، یخرج منھما اللؤ لؤ والمرجان ، ولہ الجوار المنشئٰت فی البحر کالاعلام . (۴)

اسی نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے ہیں، ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے، کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے، ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتے ہیں اور اسی کے ہیں جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہیں۔(بیان القرآن)

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات میں اللہ جل شانہ نے سمندر کے فوائد کی طرف اشارہ کیا ہے، سمندوں کا ملکی اقتصادی اور معاشی ترقی میں اہم رول ہوا کرتا ہے، سمندر جہاز رانی، رسل و ترسیل اور ماہی گیری کے وسیع مواقع فراہم کرتا ہے، اس کے اندر مچھلیوں کی

---

(۱) الزخرف:۱۲ (۲) بیان القرآن

(۳) الفرقان:۵۳ (۴) الرحمٰن:۱۹،۲۰،۲۲،۲۴

ہزاروں قسمیں پائی جاتی ہیں، جس سے کروڑوں بنی نوع کی حیات انھیں مچھلیوں پر موقوف ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ مچھلی کے گوشت کی پروٹین قدرت کا وہ انمول اور نایاب ذخیرہ ہے، جس کا نعم البدل ممکن نہیں ''ایک اندازے کے مطابق 1971ء میں سمندروں سے اکہتر ملین ٹن مچھلی حاصل ہوئی، جب کہ 1977ء میں یہ مقدار تہتر ملین ٹن تک پہنچ گئی، مجموعی طور پر مچھلیوں اور دیگر معدنیات وقیمتی جواہر کی صورت میں دنیا بھر کے سمندروں سے سالانہ 250 بلین امریکی ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے''۔(۱)

اسی طرح سمندر سے بیش قیمت ہیرے جواہرات نکالے جاتے ہیں، جو زندگی کے کئی ایک شعبوں میں استعمال کئے جاتے ہیں، قیمتی قیمتی ہار بنائے جاتے ہیں اور شاہان وقت اپنے تاج کی زینت بناتے ہیں، اب تو سمندر کے کھارے پانی کو بھی میٹھا کر کے، پینے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، سمندر کی تہوں میں موجود نمک کے سلسلے میں ماہرین کا خیال ہے کہ ایک ہزار سال کے لئے دنیا بھر کے لوگوں کے لئے وافر ہے، اسی طرح ''مولیبڈینم، یورینیم، کوبالٹ'' کے سمندری ذخائر ایک ملین سال کے لئے کافی ہوں گے، جب کہ نکل اور تانبے کے بحری ذخائر ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے کے لئے انسانی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں؛ مگر یہ کام اتنا آسان بھی نہیں ہے، سمندروں سے یوں دھاتیں حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے کہیں مشکل ہے۔(۲)

سمندر جہاز رانی اور رسل و ترسیل کا اتنا بڑا ذریعہ ہے کہ دیو ہیکل توپوں، ٹینکوں اور جہازوں سے لے کر دنیا کی بڑی بڑی کمپنیوں کی مصنوعات کے عظیم ذخیروں کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل کرنے کے لئے اگر یہ سہولت نہ ہوتی، تو کاروان حیات کی رفتار اس قدر تیز اور ترقی یافتہ نہ ہوتی۔

آلودگی کے باعث سمندر کے نقصانات

خالق کائنات نے سمندر کو نہ جانے کن کن فوائد کے لئے بنایا تھا؛ مگر انسان نے اپنی

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۹۵ (۲) قرآن اور ماحولیات:۲

نازیبا حرکتوں اور اعمال بد کے ذریعے، اپنی پریشانیوں کا سامان خود پیدا کرلیا اور قسم قسم کی دشواریوں میں مبتلا ہوگیا۔

وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم . (۱)

اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کاموں سے۔ (بیان القرآن)

چنانچہ ہر سال تقریباً **4.5x10/11** ٹن آلودگیاں سمندر میں ڈالی جاتی ہیں، صنعتی فضلات ہوں یا شہری علاقوں کا آب نکاس، فضائی آلودگی کے بادل ہوں یا جہاز رانی کی غلاظتیں، سبھی کچھ سمندر میں جا گرتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک اندازے کے مطابق سویڈن میں **2500** جھیلیں مچھلیوں کی بقاء کے لئے خطرہ ہیں؛ جب کہ **6500** جھیلوں میں تیزابیت خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے، اسی طرح ناروے میں **1750** جھیلیں مچھلیوں کے لئے جائے پناہ نہیں رہیں۔ (۲)

جاپان میں مینا ماٹا جزیرے میں پارے کی آلودگی سے کون واقف نہیں جہاں **1930**ء میں جاناپان کی چیسو کارپوریشن نے وینائل کلورائیڈ بنانے کا کارخانہ لگایا تھا، اس کے مائع فضلات کو سمندر میں پھینکا گیا، پہلے پہل تو کچھ نہ ہوا، زندگی خوشگوار ڈگر پر چلتی رہی، پھر **1960**ء میں (تیس سال بعد) جب مچھلیاں مرنے لگیں، بلیاں دم توڑنے لگیں، حتیٰ کہ انسان پاگل اور بیمار ہونے لگے، تو سخت تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ پارہ کی آلودگی سمندر کے پانی میں شامل ہوگئی ہے، تب تک چار سو افراد (بیشتر غریب مچھیرے) لقمۂ اجل بن چکے تھے اور تقریباً دو ہزار افراد ذہنی مریض۔ (۳)

عام طور پر سمندر میں ہر سال **88** ملین ٹن تیل بہہ جاتا ہے، تیل میں زہریلے ہائیڈرو کاربن ہوتے ہیں، چوں کہ تیل بے حد آہستگی سے کچھوے کی چال چلتا ہے، اس

---

(۱) الشوریٰ: ۳۰ (۲) قرآن اور ماحولیات: ۱۹۶

(۳) قرآن اور ماحولیات: ۲۰۴

لئے آلودگی کا حملہ بھرپور ہوتا ہے، تیل میں مندرجہ ذیل دھاتیں بھی ہوتی ہیں :

وینیڈیم	5-50	PPM	تانبا	0-2-0.1	PPM
نکل	3-25	PPM	پارہ	0.03-0.1	PPM
لوہا	0.4-6-0	PPM	جست	0.51.0	PPM

یہ دھاتیں آبی حیات کے لئے سم قاتل ہوتی ہیں۔(۱)

دنیا کے دریاؤں سے ہر سال 3000 ٹن کے لگ بھگ پارہ سمندروں میں جاتا ہے۔(۲)

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) قرآن اور ماحولیات:۲۰۳-۲۰۴ (۲) قرآن اور ماحولیات:۲۰۸

آبی آلودگی اور اسلامی تعلیمات

آج آلودگی کا اتنا بڑا اسیلاب آخر کیوں کر اُمڈ آیا ہے، وسائل آب اپنی کثرت کے باوجود قلت کا شکار کیوں ہوگئے ہیں، غریبی کی سطح پر زندگی بسر کرنے والوں کو پانی کیوں میسر نہیں، طوفان اور خشک سالی کا سلسلہ کیوں نہیں ٹوٹتا؟ ان تمام سوالات کا معقول جواب اور تمام پریشانیوں کا حل صرف ایک جملے میں پیش کیا جاسکتا ہے، وہ ہے اعتدال، مساوات اور میانہ روی، ناانصافی، بے احتیاطی اور بے جا استعمال ہی نے دنیا کے سامنے ماحولیاتی بحران جیسا ناقابل حل مسئلہ پیدا کردیا ہے، اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وسائل قدرت کا استعمال کیا جاتا، تو دنیا آج اس بھیانک موڑ پر نہ ہوتی، آیئے دیکھتے ہیں کہ پانی کی حفاظت اور اس کے درست استعمال کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات میں ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے۔

اسراف کی ممانعت

اسلام نے تمام گوشہائے زندگی میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے، اسراف اور فضول خرچی سے، جو زوال نعمت کا سبب بنتی ہے، شدت کے ساتھ منع کیا ہے، قرآن کریم میں ہے :

کلوا واشربوا ولا تسرفوا ، انه لا یحب المسرفین . (۱)

اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔ (بیان القرآن)

یہ اسلام کا ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر اُصول ہے، جو فطرت کی ترجمانی کرتے ہوئے

---

(۱) الاحزاب:۲۱

بقاء باہمی کا پیغام دیتا ہے، اگر اہل دنیا اس اُصول کو اپناتے اور اپنی زندگی میں اعتدال پیدا کرتے، اسراف اور فضول خرچی سے بچتے، تو پانی کا بحران پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی تباہ کن حالات کا سامنا ہوتا، اندازہ کیجئے کہ ''ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں میں پانی کی کھپت ۱۰ سے ۲۰ لیٹر فی کس یومیہ ہے؛ جب کہ یورپ میں یہ شرح ۲۰۰ لیٹر سے بھی زیادہ ہے'' (۱) ایک اندازے کے مطابق ۱۹۶۰ء میں ایک امریکی کی روزانہ پانی کی کھپت ۱۵۰۰ گیلن تھی اب ۲۰۰۰ء تک یہی ۲۷۰۰ گیلن سے زیادہ ہوگئی ہے، جب کہ پسماندہ ممالک میں ایک شریف شہری کو ۴۰ گیلن یومیہ بمشکل مل پاتا ہے۔ (۲)

اسلام کی نظر میں پانی کی کتنی قدر و منزلت ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ نماز، جو اسلام میں افضل ترین عبادت تصور کی جاتی ہے اور ایمان کا دوسرا سب سے بڑا رکن ہے، اس کی ادائیگی کے لئے طہارت و وضو لازمی امر ہے؛ لیکن حصول طہارت کے وقت پانی کے استعمال میں اسراف اور ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ استعمال کی حد مقرر کی گئی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو وضو کا طریقہ بتایا اور ہر عضو کو تین تین بار دھونے کو کہا، آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا :

فمن زاد علی هذا أو نقص فقد أساء وظلم . (۳)

یعنی جس نے مذکورہ تعداد (تین مرتبہ) میں اضافہ کیا یا کمی کی، تو برا کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا، محدثینؒ نے حضور ﷺ کے اس قول کی بہت سی توجیہات کی ہیں، جن میں ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ جس نے تین مرتبہ سے زیادہ اپنے اعضاء دھوئے، اس نے چوں کہ بلا ضرورت پانی استعمال کر کے اسے ضائع کیا، اس لئے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا، بذل المجہود میں ہے :

---

(۱) سہ روزہ دعوت، نئی دہلی یکم اگست ۲۰۰۱ء (۲) قرآن اور ماحولیات: ۱۰۸

(۳) ابوداؤد: ۱/۱۸

وظلم أی علی نفسه بمخالفة النبی صلی الله علیه وسلم أو لأنه أتعب نفسه ، فیما زاد علی الثلاثة من غیر حصول ثواب له أو لأنه أتلف الماء بلا فائدة . (۱)

اسی لئے فقہاء نے تین مرتبہ سے زیادہ دھونے کو مکروہ قرار دیا ہے، ابن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ وضو میں جو شخص عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے، میں اس کے سلسلے میں اس بات سے مامون نہیں ہوں کہ اس نے گناہ کا کام کیا۔

ولا خلاف فی كراهة الزیادة علی الثلاث ، قال ابن المبارک : لا أمن إذا زاد فی الوضوء علی الثلاث أن یأثم . (۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

پانی بذاتِ خود بہت بڑی نعمت ہے، جب یہ شیریں ہو، تو اس کی افادیت واہمیت مزید دوچند ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ اسے انسانی ضرورت کے سب سے اہم شعبہ یعنی پینے کے کام میں استعمال کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ میٹھا پانی آپ ﷺ کو اس قدر مرغوب تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بیچ ایک مقام تھا، ''سقیا'' وہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھا، آپ ﷺ کے لئے پینے کا پانی وہیں سے لایا جاتا تھا۔(۳)

مدارج النبوت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ شیرین (یعنی قدرتی میٹھا پانی) اور سرد پانی نوش فرماتے تھے۔(۴)

آپ ﷺ میٹھا پانی نوش فرماتے تھے؛ کیوں کہ ایسا پانی جس میں سلفر (Sulphur) اور آیوڈین (Iodine) کی مقدار پائی جائے، اس پانی میں صحت مندانہ اجزاء ہوتے ہیں اور جس میں نمکیات (Salts) زیادہ ہوں وہ پانی صحت کے لئے مضر ہوتا ہے''۔(۵)

(۱) بذل المجهود: ۳۳۵/۱، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت (۲) حوالۂ سابق
(۳) ابوداؤد: ۵۳۵/۲، کتاب الأشربه (۴) سنت نبوی اور جدید سائنس: ۱۳۳/۱ (۵) حوالۂ سابق

آپ ﷺ کا مذکورہ عمل دنیا کے لئے مشعل راہ ہے کہ میٹھا پانی کے حصول کے لئے تگ ودو اور پھر اس کی حفاظت ضروری ہے، آج اہل دنیا کی خواہش ہے کہ وہ میٹھا اور صحت بخش پانی نوش کریں؛ مگر اس کے لئے درکار محنت سے گریزاں ہیں، صرف یہی نہیں؛ بلکہ قابل نوش پانی کو آلودہ کرنے میں ذرہ برابر جھجک محسوس نہیں کرتے۔

پانی کو آلودہ کرنے کی ممانعت

پانی کی ان ہی گونا گوں خصوصیات، افادیت اور اہمیت کے پیش نظر محسن انسانیت رسول الثقلین ﷺ نے اسے آلودہ اور گندہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا:

لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیه . (۱)

تم میں سے کوئی شخص ایسے ٹھہرے پانی میں کہ پھر اس میں غسل کیا جائے، ہرگز پیشاب نہ کرے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

لا تبل فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم تغتسل منه . (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم یتوضأ منه . (۳)

تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اس سے وضو کرے۔

ایک روایت میں ہے:

لا یغتسل أحدکم فی الماء الدائم وهو جنب ، قالوا کیف یفعل یا أبا هریره ؟ قال یتناوله تناولاً . (۴)

---

(۱) بخاری:۱/۳۷،باب البول فی الماء الدائم (۲) مسلم:۱/۱۳۸

(۳) موسوعة الحدیث ، جامع ترمذی:۱۶۳۷ (۴) مسلم:۱/۱۳۸،باب النهی عن البول فی الماء

تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جب تک وہ جنبی ہو، لوگوں نے (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے) پوچھا اے ابو ہریرہ: پھر کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اس میں سے پانی علاحدہ نکال کر غسل کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے :

أنه نهى ان يبال في الماء الراكد . (۱)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے :

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يبال في الماء الجارى . (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا يبولن أحدكم في مستحمه ثم يغتسل فيه أويتوضأ فيه : فان عامة الوسواس منه . (۳)

تم میں سے کوئی اپنے غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں بعد کو غسل یا وضو کرے۔

تحفظ آب کے مسئلے کو اسلام بہت اہم اور نازک مسئلہ تصور کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی انسانو کی تھوڑی سی بے احتیاطی اور بدتدبیری کی وجہ سے پانی کے ذرہ برابر بھی فساد اور بگاڑ کا اندیشہ ہے، انتہائی احتیاط اور حسن تدبیر کا حکم دیا ہے، چنانچہ سو کر اٹھنے والوں کو

---

(۱) مسلم:۱/۱۲۸ (۲) مجمع الزوائد:۱/۲۸۱، حدیث نمبر:۹۹۳

(۳) موسوعۃ الحدیث، ترمذی:۶۳۲، حدیث نمبر:۲۱، ابوداؤد مع البذل:۱/۱۹، مشکوۃ المرقاۃ:۱/۳۵۸-۳۵۹

آپ ﷺ نے بغیر ہاتھ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا۔

إذا استيقظ أحدكم من نومه فلا يغمس يده في الاناء حتى يغسلها ثلاثاً : فأنه لا يدرى أين باتت يده . (۱)

جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے، یہاں تک کہ اسے تین بار دھولے؛ اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ رات میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں پہنچا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بے غبار تعلیمات اور ہدایات ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ ہم پانی جیسی نعمت کو ضائع نہ کریں، اسے ناپاک اور گندہ کر کے زہر آلود کرنے سے احتیاط برتیں اور استعمال کے صحیح طریقوں میں خرچ کریں، تا کہ آنے والے وقت میں پانی کی قلت کا سامنا نہ ہو، آج اسی بے احتیاطی اور بے جا استعمال کا خمیازہ اہل دنیا بھگت رہے ہیں۔

پانی کے برتن میں سانس لینے کی ممانعت

اسی طرح آپ ﷺ نے پانی کے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے بھی منع کیا، حدیث کے الفاظ ہیں :

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يتنفس في الاناء أو ينفخ فيه . (۲)

ایک دوسری روایت میں ہے :

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الاناء الخ ، متفق عليه .(۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص جب پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔

---

(۱) مسلم:۱/۱۳۶ (۲) ابوداؤد:۲/۵۲۳

(۳) مشکوۃ مع المرقاۃ:۱/۳۵۴

محدثین ممانعت کی وجہ بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ پانی یا کسی بھی قسم کا مشروب پیتے وقت برتن یا گلاس وغیرہ میں سانس لینے سے ممکن ہے سانس کے ذریعے کوئی گندگی پانی میں گر جائے اور جس سے طبیعت سلیمہ تنفر محسوس کرے، اسی طرح پانی کی کیفیت میں تبدیلی آسکتی ہے کہ پانی کی ٹھنڈک سانس کی حرارت سے گرمی میں بدل جائے اور پیاس نہ بجھ سکے۔

قال الطيبي : لعل علة النهي تغير ما في الاناء اھ يعني لئلا يقل برودة الماء الكاسرة للعطش بحرارة النفس أو كراهة أن يخدر قذرة من نفسه . (۱)

سائنسی نقطۂ نظر سے بھی پانی میں سانس لینا کسی طرح مناسب نہیں ہے، جس بات کا احساس سائنس دانوں کو آج ہوا ہے اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے ہی انسانوں کو اس کا احساس دلا چکا ہے۔

پانی کا تحفظ اور تعلیمات نبوی ﷺ

پانی کی حفاظت کے سلسلے میں آپ نے جو احتیاط برتی ہے، وہ قابل غور ہے اور قابل عبرت بھی جب انسان سونا چاہتا ہے، اس وقت حکم ہے کہ سونے سے پہلے پانی اور کھانے کے برتن ڈھانک دیئے جائیں، جن برتنوں میں کوئی چیز نہ ہو اور خالی رکھے ہوئے ہوں، انھیں اُلٹ کر رکھا جائے، گھروں کے دروازے بند کر دیئے جائیں، (چولھے کی) آگ بجھا دی جائے، چراغ گل کر دیئے جائیں بچوں کو گھر سے نہ نکلنے دیا جائے اور پالتو جانور باہر نہ چھوڑے جائیں، ایسے ہی کھانے پینے کی چیز خواہ دن ہو یا رات، بغیر ڈھانکے ہوئے کہیں نہ لے جائی جائے۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما رفعه قال : خمروا الأنية وأو كوا الأسقية وأجيفوا الأبواب وأكفئوا

---

(۱) مرقاۃ: ۱/۳۵۲

صبیـانکم عند المساء فان للجن انتشاراً وخطفة واطفئوا المصابیح عند الرقاد ، فان الفویسقة ربما اجترت الفتیلة فاحرقت أهل البیت . (۱)

ایک دوسری روایت میں ہے :

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : أطفئوا المصابیح اذا رقد تـم و أغـلـقـوا الابـواب وأوکوا الا سقیة وخمروا الطعام والشراب . (۲)

پانی کا احتباس، بحران کی ایک وجہ

آبی بحران کی جہاں وہ تمام وجوہات ہیں، جن کا ذکر ماقبل میں قدرے تفصیل سے آچکا ہے، وہیں ایک اہم وجہ پانی کا احتباس بھی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ گذشتہ اوراق میں یہ تجزیہ پیش کیا گیا کہ دنیا کے بعض ممالک ایسے نیک بخت اور خوش قسمت ہیں کہ وہاں پانی کا وافر ذخیرہ موجود ہے؛ جب کہ بعض ممالک ایسے بھی ہیں، جن کا دامن تنگ اور خالی ہے، پانی کا کثیر ذخیرہ رکھنے والے ممالک سالہا سال کے لئے پانی جمع کر کے رکھتے ہیں اوران ملکوں کی طرف، ان کی نظر عنایت اور نگاہ بخشش ترچھی بھی نہیں اُٹھتیں، جو پانی کی بوند کو ترستے ہیں اور جہاں آبی بحران سے خشک سالی مسلسل کئی دہائیوں سے خیمہ زن ہے اور لاکھوں معصوم جانیں جس کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ علاقوں اور خطوں کا اس قسم کا آپسی تفاوت نظام قدرت کا شاہکار ہے، جو ممالک یا جو افراد بشر وسائل آب سے بھرے پرے ہیں، ان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان ملکوں کا خیال رکھیں، جو حاجت مند ہیں، ان کے درد والم اور قحط و مصیبت کو اپنا درد والم تصور کریں اور ان کی ہر گام بقدر وسعت امداد کریں۔

---

(۱) شرح السنہ: ۳۹۱/۱۱، ترمذی: ۳۰/۲، مسلم: ۱۷۰/۲، مشکوٰۃ: ۳۷۲/۲ (۲) بخاری: ۸۴۱/۲

اسلام کبھی بھی اس چیز کو بنظر جواز نہیں دیکھتا کہ ایک گروہ کے پاس بے تحاشا پانی موجود ہو اور دوسرا گروہ پانی کو ترس رہا ہو اور ان کی لبیں خشک ہو چکی ہوں، حتیٰ کہ بے قصور حیوانات بھی اس چنگیزی کے سامنے اپنی جانوں کے سپر ڈال چکے ہوں؛ کیوں کہ اسلام حقیقی عدل و مساوات اور برابری کی تعلیم دیتا ہے، زندہ رہنے اور زندہ رہنے دینے کے فلسفے پر یقین رکھتا ہے؛ چنانچہ رب السماوات الارض اس چنگیزی کو وارننگ دیتے ہوئے فرماتا ہے :

أفر ء يتم الماء الذى تشربون ، ء انتم أنزلتهوه من المزن أم نحن المنزلون ، لو نشاء جعلنه أجاجاً فلولا تشكرون . (۱)

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر ڈالیں، سو تم شکر کیوں نہیں کرتے؟ (بیان القرآن)

خشک دنیا اور پیاسی زمین کو پانی سے روکنا درحقیقت سرسبزی و شادابی سے روکنا ہے؛ اس لئے کہ زمین سبز و شاداب اسی وقت ہو سکتی ہے اور کھیت اسی وقت غلے اگا سکتے ہیں، جب پانی ان کی سیرابی کو میسر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا تمنعوا فضل الماء لتمنعوا به فضل الكلأ . (۲)

زائد پانی کو نہ روکو، اس طرح تم زائد گھاس (وغیرہ کو روک دو گے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ تین افراد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، ان میں ایک وہ شخص ہے، جس نے زائد پانی کو روک لیا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا! آج میں تم سے اپنا فضل روک لیتا ہوں جس طرح تم نے زائد پانی کو روک لیا تھا؛ جب کہ اس کو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔

(۱) الواقعہ:۶۸-۷۰ (۲) مشکوٰۃ:۱/۲۵۹

ورجل منع فضل ماء فیقول اللہ الیوم امنعک فضلی کما منعت فضل ماء لم تعمل یداک . (۱)

گذشتہ اوراق میں آبی آلودگی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کے جو نمونے پیش کئے گئے ہیں ، میں سمجھتا ہوں وہ اسلامی موقف کی وضاحت کے لئے کافی اور وافی ہیں اور عالمی برادری کے لئے درس عبرت اور جائے فرحت ہے کہ اسلام ایک ایسے مسئلے کا حل جو عالمی اور ہنگامی حیثیت اختیار کر چکا ہے، ہزاروں سال قبل نہایت ہی سہل طریقے سے اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کر چکا ہے، لہٰذا اب عملی زندگی میں برتنے کی ضرورت ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) مشکوٰۃ: ۱/۲۵۹ باب احیاء الموات

چوتھا باب

فضائی آلودگی — مسئلہ اور حل

فضائی آلودگی — مسئلہ اور حل

فضاء کی اہمیت اور فوائد

کائنات کی بیکراں وسعتوں میں خدا کی بے شمار ایسی مخلوقات ہیں، جو ہمہ دم اور ہر وقت ایک مقررہ نظام کے تحت انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں، ایک پل کے لئے بھی اپنے فرائض منصبی سے غافل نہیں ہوسکتیں، کائنات کی عظیم اور نہایت اہمیت کی حامل مخلوقات میں جن پر تقریباً حیات انسانی کی بقاء کا دارومدار ہے، ''فضاء'' نمایاں مقام رکھتی ہے، اس کی دلفریبیوں کو دیکھ کر فردوس بریں کے حسن و جمال، دلکشی و دلربائی کا تصور ذہن میں ابھرنے لگتا ہے، ''اسی فضاء میں میلوں تک چھایا ہوا ''ہوا'' کا دلربا غلاف ہے، جس میں نائٹروجن 79% آکسیجن 20% اور کاربن ڈائی آکسائیڈ 0.03% کے لگ بھگ ، یکساں طور پر حیوانات، نباتات، انسانوں اور ان گنت نظر نہ آنے والی مخلوقات خداوندی کے لئے زندگی کی ضمانت ہے''(۱) ہم اپنی زندگی کی حرکات وسکنات وکو برقرار رکھنے کے لئے فضاء ہی سے چوبیس گھنٹے آکسیجن (O2 Gas) حاصل کرتے ہیں، ہماری بقاء اور ضرورت کے لئے دیگر خطرناک قسم کی گیس ؛ کاربن ڈائی آکسائیڈ (C02) کاربن مونو آکسائیڈ (Co) امونیا (NH3) سلفر ڈائی آکسائیڈ (So2) سلفر ڈائی آکسائیڈ (So3) نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ وغیرہ پائی جاتی ہیں۔(۲)

یہ فضائے جانفزا کا ہی کرم ہے کہ کرۂ ارض پر جگہ جگہ سرد و گرم، ہلکی اور تیز ہوائیں چلتی رہتی ہیں، جس سے دن اور موسم مزاج یار کی طرح بدلتے رہتے ہیں، قطبین سے خط

(۱) دیکھئے: قرآن اور ماحولیات: ۱۶۷ (۲) سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، جلد: ۲۹، شمارہ: ۵۱

استواء تک الاسکا سے افریقہ کے جنگلوں تک، صحراؤں سے یخ بستہ پہاڑوں تک، آبادی سے ویرانے تک، ہر جگہ فضاء اور موسم اپنی متوازن ہیئت کے ساتھ اور نظام قدرت کے مطابق سرگرم عمل ہے، کرۂ ہوا سے اوپر اوزون کی خوبصورت اور گداز چادر ہے، جو مضر اور زہریلی شعاعوں کو اپنے سینے پر صدیوں سے روکے ہوئے ہے، ''سورج کی گرمی کو اسیر کرنے کے معاملے میں میتھین گیس (Methane Gas) کاربن ڈائی آکسائیڈ سے کہیں زیادہ کارگر ہوتی ہے، میتھین گیس کا ایک سالمہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے ایک سالمے کے مقابلے میں ۲۰ گنا زیادہ شمسی توانائی کو اپنے اندر قید کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؛ لیکن اب بھی سبز خانے (Green House) کی گیسوں کی وجہ سے بڑھنے والی عالمی حرارت میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا رول کہیں زیادہ وسیع ہے، ویسے تو ان گیسوں میں تعداد ۳۰ کے لگ بھگ ہے، جو فضاء کی بلندیوں پر سورج کی حرارت کو اپنے اندر جذب یا قید کرکے، شمسی توانائی کو واپس خلا میں داخل ہونے سے روکتے ہیں؛ لیکن ان میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، میتھین اور آبی بخارات زبردست اہمیت کے حامل ہیں؛ کیوں کہ ان کی لاکھوں؛ کروڑوں سال موجودگی نے زمین کی سطح کو معمول کے درجۂ حرارت پر گرم رکھا ہے، نہ ہی زمین کی سطح تپتی ہوئی حرارت سے جھلستی ہے اور نہ ہی درجۂ حرارت گر کر دنیا کو سرد خانے میں بدلتا ہے، لاکھوں کروڑوں سال کا یہ فضائی کیمیائی توازن اب ڈگمگا رہا ہے، اس کی سب سے اہم وجہ دنیا میں صنعتی اور کیمیائی فضلات کا بڑھتا ہوا اخراج ہے''۔(۱)

اسی فضاء کی وسعتوں میں نرم و نازک ہوائیں چلتی ہیں، جن کے دوش پر بادلوں کا قافلہ رواں دواں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ حسب ضرورت کسی خطے اور علاقے کے باشندوں کو بارش رحمت سے نوازتے ہیں، جب کہ کسی علاقے سے بادل یوں گزر جاتا ہے، جیسے اہل شہر اور اہل علاقہ سے کوئی شناسائی ہی نہیں اور لوگوں کی نگاہیں اُمید و بیم میں کھلی رہ جاتی ہیں، یہ سب اللہ کی حکمت و مصلحت کے نمونے ہیں، فضاء ہوا اور بادلوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

---

(۱) دیکھئے: روزنامہ مصنف، حیدرآباد چہارشنبہ ۱۸ر جولائی ۲۰۰۱ء

وهو الذی أرسل الریح بشراً بین یدی رحمته . (۱)

اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کردیتی ہیں۔ (بیان القرآن)

ایک دوسری جگہ ہے :

وهو الذی یرسل الریح بشراً بین یدی رحمته حتی إذا أقلت سحاباً ثقالاً سقنه لبلدٍ میت فأنزلنا به الماء فأخرجنا به من کل الثمرات . (۲)

اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کردیتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھالیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں، پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اس آیت میں اس فلسفہ کو اُجاگر کیا گیا ہے کہ ہوا کے سہارے بادل فضا میں تیرتے ہوئے ایسی جگہ پہنچتے ہیں، جہاں کے رہنے والوں کو پانی کی شدید ضرورت ہوتی ہے، وہاں کے کھیت سوکھ کر مردہ ہوچکے ہوتے ہیں، پھر بادلوں سے پانی کے ایسے قیمتی قطرے ٹپکتے ہیں، جو وہاں کی بنجر اور بے آب وگیاہ زمین کو سرسبزی وشادابی عطا کرتے ہیں، کھیتوں میں فصلیں لہلہانے لگتی ہیں اور درختوں پر پھل اُگ آتے ہیں اور انسانی زندگی کو بقاء وحیات اور تروتازگی کا پیغام ملتا ہے۔

ہواؤں اور بادلوں کا یہ نظام اتنا مربوط اور مستحکم ہے کہ، انسانی عقل قدرت کی اس صناعی پر محوِ حیرت ہے، اس نظام میں تل کے برابر بھی تبدیلی کا آجانا، انسانی حیات کی تباہی کا ذریعہ ہے، ارشاد خداوندی ہے :

---

(۱) الفرقان:۴۸ (۲) الاعراف:۵۷

وتصريف الريٰح والسحاب المسخر بين السماء والأرض لآيٰت لقوم يعقلون . (۱)

اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید رہتا ہے، دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اسی فضائے آسمان میں پرندے اُڑتے رہتے ہیں، بنی آدم ان کا شکار کر کے اپنی روزی کا سامان حاصل کرتا ہے اور اپنے جائز اور درست خواہشات کی تکمیل کے راستے ڈھونڈتا ہے پرندوں کی مختلف رومانی اور دل کش آوازوں سے فضاء جاگ اٹھتی ہے، انسانی طبیعتوں میں نشاط اور ذہنوں میں بالیدگی پیدا ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عظیم احسان کا ذکر قرآن کریم میں یوں کیا ہے:

ألم يرو إلى الطير مسخرات في جو السماء ، مايمسكهن إلا الله إن في ذلك لآيٰت لقوم يؤمنون . (۲)

کیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے میدان میں مسخر ہو رہے ہیں، ان کو کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے اس میں ایمان والے لوگوں کے لئے چند دلیلیں ہیں۔ (بیان القرآن)

یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ کرۂ ارض ۲۳٫۵ ڈگری جھکا ہوا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو ہواؤں کا موجودہ نظام برقرار نہ رہتا، درجۂ حرارت کے اختلاف اور ہر روز سورج کے بدلتے ہوئے زاویوں کے تحت، ہوائیں مناسب رفتار پر فضاء میں چلتی ہیں، یوں نہ صرف فضاء کی صفائی ہوتی رہتی ہے؛ بلکہ ہوا دلفریب رفتار سے ہر ہر خطے میں چلتی ہے، چاہے قطبین ہوں یا خط استوا، قطبین اور خط استوا پر کرۂ ارض کی موٹائی مختلف ہے، لہٰذا ہوائیں اُفقی اور عمودی دونوں سمتوں میں مختلف رفتار سے چلتی ہیں۔

---

(۱) البقرہ:۱۶۴ (۲) النحل:۷۹

آب وہوا کی کچھ خصوصیات درجۂ حرارت کی شدید کیفیت سے بھی ظاہر ہوتی ہیں، شمال مشرقی ایشیاء میں موسم سرما کا درجۂ حرارت 50sC/0.sC سے لے کر گرما میں 150C تک گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، شمال میں بڑی سخت تکلیف دہ سردی ہوتی ہے، بحر قطب شمالی (آرکٹک) کے ساحل سال بھر برف پوش اور یخ بستہ رہتے ہیں، صرف چند ہفتے ہی یہ کھلے ہوتے ہیں، سارے سائبریا میں دریا تقریباً پانچ ماہ منجمد رہتے ہیں اور زیادہ شمال میں تو سات یا آٹھ ماہ تک بھی یہی کیفیت رہتی ہے، بحیرۂ ارل اور بحیرۂ کیسپین کا شمالی حصہ بھی منجمد ہو جاتا ہے، وسطی ایشیاء کے بلند پہاڑوں میں بھی درجہ حرارت کی شدت ملتی ہے، بیجنگ (چین) میں سردی نقطۂ انجماد سے کم اور گرمی میں گویا جولائی کے مہینے میں درجۂ حرارت 27.C تک پہنچ جاتا ہے، وسطی کوہستانی سلسلے اپنی فصیل سے جنوب کے علاقوں کو اس سخت سردی کی کیفیت سے کافی محفوظ رکھتے ہیں، شمالی ہندوستان کے پہاڑوں پر اور شمالی ریاستوں میں موسم سرما میں بہت ہلکا سا پالا پڑتا ہے، برف باری ہو جاتی ہے، بحیرۂ روم کے ساحل عموماً سرما میں بھی ہلکے گرم رہتے ہیں اور یہاں گرمیاں خوب گرم ہوتی ہیں، بہرحال سب سے زیادہ گرم درجۂ حرارت عراق اور سعودی عرب کے ریگستانوں میں ملتا ہے، بغداد (عراق) میں موسم گرما میں درجۂ حرارت 49.C سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے، جب کہ سرما میں جنوری کا درجہ حرارت صرف 9.C ہی رہ جاتا ہے، استوائی ایشیاء میں درجۂ حرارت کا تفاوت بہت کم ہوتا ہے، مثلاً سنگاپور میں تمام سال درجۂ حرارت تقریباً 27.C ہی رہتا ہے۔(۱)

ہوا اور اس کی وجہ سے درجۂ حرارت میں اُتار چڑھاؤ کا مذکورہ مضبوط اور ناقابل تسخیر نظام، جس طرح اپنی اہمیت اور عظمت کی دلیل خود ہے، اسی طرح بادلوں اور بارش کی تقسیم بھی حیرت انگیز ہے، جسے پڑھ کر یا سن کر ایمان وایقان میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔

قرآن اور ماحولیات کے مصنف لکھتے ہیں: ''سطح زمین کا 60% حصہ ہمہ وقت

(۱) قرآن اور ماحولیات

بادلوں پر مشتمل رہتا ہے، فضائے آسمانی میں پھیلے ہوئے ذرات جنھیں (Cosmic Dust) کہتے ہیں، بادلوں سے برسات میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، عام طور پر آسمانی فضاء کے غبار میں ان کی مقدار 10.12 فی مکعب میٹر ہوتی ہے، قدرتی طور پر فضا میں بادلوں کے لئے مرکز سے (Nuclei) بننے کا عمل یوں ہوتا ہے''۔

Seasalt=1000x10/16 ton.

Seasalt=1000x10/16 ton.

Gartopar ti cle conversinon=570x10/6 ton.

Wind blown dust=500x10/6 ton.

Forest fire=35x10/6 ton.

Volcanos=20x10/6 ton.

Mctcoric dcbris=20x10/6 ton.

یوں 2150x10/6 ٹن ذرات وفضائی غبار سالانہ قدرتی طور پر جنم لیتا ہے، انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں 410x10/6 ٹن سالانہ ہوتا رہتا ہے، بادلوں کے آنچل ان ذرات سے لپٹ کر بارش اور گوناگوں روپ میں زمین کو دوبارہ تازگی اور زندگی بخشتے ہیں، ننھے بادلوں کی جسامت نصف قطر کے حساب سے 10 مائیکرون میٹر، تعداد 10/9 فی مکعب میٹر اور رفتار 10/3 میٹر فی سکنڈ ہوتی ہے، جب کہ بڑے بادل میں یہی نسبت بتدریج 10.50 اور 0.27 ہوتی ہے، بادلوں کے برعکس بارش کے قطرے کا نصف قطر 1000 مائیکرو میٹر، تعداد 10/3 فی مکعب میٹر اور رفتار 6.5 میٹر فی سکنڈ ہوتی ہے۔(۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ فضاء میں پائی جانے والی مختلف قسم کی گیسیں، ہواؤں کا نرم وخرام اور کبھی آندھی طوفان کی شکل میں چلنا، موسموں کی حسب معمول تبدیلی، درجہ حرارت کا اُتار چڑھاؤ اور بارشوں کا برسنا اور بادلوں کی گردش، یہ سب کچھ ایسا توازن بھرا انظام ہے، جو انسانی حیات اور جانداروں کی زندگی کے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

---

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۷۵

فضاء کی آلودگی

آج کرۂ ارض مختلف اسباب و محرکات کی وجہ سے فضائی آلودگی سے تشویش ناک حد تک دو چار ہو گیا ہے، ترقی یافتہ ممالک خصوصاً یورپ میں تیزابی بارش نے فضا کو آلودہ کر دیا ہے، سیسہ ملے پٹرول کے استعمال سے ان گنت لوگ سانس، جگر اور گردے کی بیماریوں میں مبتلا ہیں، بچوں کے I.Q چار سے زیادہ پوائنٹ تک کم ہو گئے ہیں، (۱) کاربن ڈائی آکسائیڈ (Co2) کے بے جا اخراج اور اضافے سے عالمی حرارت (گلوبل وارمنگ) کا اندیشہ بڑھتا جا رہا ہے، کاربن ڈائی آکسائیڈ کے بعد میتھین کی بڑھتی ہوئی مقدار کو فضائی سائنس دان عالمی حرارت کے عمل میں شدت کا ایک اہم ذریعہ مانتے ہیں۔

نیز (Co2) گیس یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ کے فی صد میں 0.03 سے 0.04 ہو جانے کی وجہ سے گرین ہاؤس ایفکٹ (Green House Gffect) کا خدشہ بڑھ گیا ہے، نتیجہ کے طور پر درجۂ حرارت بھی بڑھ رہا ہے، اس کے علاوہ فضاء میں فلورو کاربن (F.C) کلورو کاربن (C.F.C) وغیرہ کی مقدار میں اضافہ اوزون کی سطح (O3Layer) کو کافی نقصان پہنچا ہے اور اس میں سوراخ ہو جانے سے سورج سے چلنے والی مختلف خطرناک قسم کی شعاعیں جیسے (I.V.Rays, U.V.Rays) ہماری زمین تک پہنچنے لگی ہیں، اس سے کینسر اور دیگر جلدی امراض کے امکانات بڑھ گئے ہیں، (۲) اسی طرح فضاء کو آلودہ کرنے میں توانائی کے لئے کوئلے کا بے جا استعمال اور گرد و غبار کا قابل لحاظ حصہ ہے۔

فضائی آلودگی کے اسباب

فضائی آلودگی کے اسباب و محرکات کی تفصیلات کے ذیل میں یوں تو بہت سی چیزیں آتی ہیں؛ مگر ان میں بنیادی اور اساسی نوعیت کی مندرجہ ذیل چیزیں ہیں :

(۱) لکڑی، کوئلہ، تیل اور گیس کا بے جا اور غلط استعمال۔

---

(۱) قرآن اور ماحولیات: ۱۶۸-۱۶۹ (۲) دیکھئے: سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، جلد: ۱۶ شمارہ: ۵۱

(۲) صنعتی کارخانوں اور اسلحہ ساز فیکٹریوں کے فضلات۔
(۳) ہتھیاروں کی ذخیرہ اندوزی اور اسلحہ ڈپوز میں آتشزدگی۔
(۴) ٹریفک کی بہتات اور اس کا غیر فطری نظام۔
(۵) جنگلات کا صفایا۔
(۶) زہریلی گیسوں اور تابکاری شعاعوں کا اخراج۔
(۸) سگریٹ نوشی۔

۱- ایندھن کا غلط استعمال

جنگلات اور لکڑیاں ابتداء ہی سے ایندھن کے لئے استعمال کی جاتی رہی ہیں، زمانۂ قدیم میں انسان کا تمام تر انحصار ہی لکڑیوں پر تھا، کھانا تیار کرنے، پانی وغیرہ گرم کرنے اور صنعتی اشیاء تیار کرنے کے لئے ان ہی لکڑیوں کا سہارا لیا جاتا تھا، اس وقت لوگ کوئلے، تیل پٹرول اور گیس کے استعمال سے ناآشنا اور نابلد تھے، جوں جوں زمانہ ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا، انسان کو جدید علوم اور نئے وسائل سے معرفت حاصل ہوتی گئی، آج تقریباً دنیا کی اکثر آبادی نئے وسائل سے واقفیت رکھتی ہے اور اکثر ممالک میں ان کا استعمال عام ہو گیا ہے؛ مگر آج بھی تنزانیہ اور کئی ممالک میں 95 سے 97% لوگوں کا انحصار ایندھن کی مد میں لکڑی ہی پر ہے۔

ہمارے ہندوستان کے غریب صوبے میں دیہی علاقوں کے لوگوں کا دارو مدار بھی صرف اور صرف لکڑی پر ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ جنگلات، ڈائنوسارز کی مانند ناپید ہوتے جا رہے ہیں، گھریلو استعمال کے علاوہ صنعتی سرگرمیوں اور توانائی کے حصول کے لئے لکڑی کی بجائے، نئے ایندھن مثلاً کوئلہ، پٹرولیم اور قدرتی گیس کا استعمال حد درجہ بڑھ گیا ہے، ایک اندازے کے مطابق آج کوئلے، گیس اور تیل کا استعمال مندرجہ ذیل تفصیلات سے کہیں زیادہ بڑھ گیا ہے۔

تیل	51-63x10/9	T.C.E
قدرتی گیس	27-33x10/9	T.C.E
کوئلہ	42-53x10/9	T.C.E

فی زمانناز مین کی تہہ میں ان خزانوں کی مقداریں کچھ یوں ہیں :

کوئلہ	51-640x10/9	ٹن
پٹرولیم	250-300x10/9	T.C.E
قدرتی گیس	53exajonIes	2500

Exa Jouies = 22.7 Million ton Coai Egv.(1)

لوگ ایندھن کو اس بے دردی اور لاپرواہی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ، اگر پیداوار کی یہی رفتار جاری رہی ، تو بہت جلد اہل دنیا ان بے بہا نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور پھر اپنے کئے پر پچتانے کے سوا ان کی جھولی میں کچھ نہ رہ جائے گا، صنعتی ترقی توانائی کے حصول اور استعمال کے لئے کوئلے کی پیداوار کچھ یوں ہے :

1975-2593x/6=TCE

1895-3884x10/6=TCE

موجودہ کارگزاری کا منطقی نتیجہ حسب ذیل ہے :

2000-5780x10/6

2020-8846x10/6

دنیا میں کوئلے کے ذخائر کا تخمینہ 63634x10/6TCE لگایا گیا ہے، جو انسان کی دسترس میں ہے، اسی طرح تیل اور گیس کی سالانہ پیداوار بالترتیب 3340x10/9 بیرل اور 2355EJ ہے۔(۲)

---

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۵۱ (۲) ملاحظہ کیجئے: قرآن اور ماحولیات:۱۸۳

مختلف قسم کے ایندھن کی پیداوار، جو ہم تک توانائی پہنچاتے ہیں، کچھ یوں ہے :

Item		1972		1985		2000		2020
Coal		66		115		170		259
Ool		115		216		195		106
Gas		46		77		143		125
Neaclosr		2		23		33		314
Hydro		14		24		34		50

عالمی سطح پر مختلف اقسام کے ایندھن کا استعمال 1975ء میں کچھ یوں تھا :

Miolion tons oil egv

Oil	2500	
Gar	1010	
Coal	1500	
Wood	600	
Neuclera	50	
Hydro	350	
Total	6040	Mtoe

عالمی توانائی کے استعمال کی ایک جھلک :

Transport		16.6%
Indnatrias		24.8%
Domcstic		21.5%
Enargy Sactor		6.6%
Enary Prontuctim		26.5%
Eced Stock		4.0%

1975ء میں توائی کا استعمال 6040 Mtoe تھا، جب کہ ہمارے کرتوتوں کے باعث 2020ء میں بڑھ کر 39400 Mtoe ہو جائے گا۔(۱)

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۸۵

مندرجہ بالا اعداد وشمار کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ توانائی کے یوں بے دریغ استعمال سے کوئلے، تیل اور گیس کی کھپت میں بےحد اضافہ ہوجائے گا، جس سے ایک طرف ان وسائل میں بےحساب کمی واقع ہوجائے گی، تو دوسری طرف ان کے مضر اثرات سے فضائی آلودگی میں بےتحاشا اضافہ ہوجائے گا، حیرت کی بات ہے کہ انسانی دسترس میں پائی جانے والی توانائی کا صرف سات فیصد حصہ جسم پر اور بقیہ 93% ادھر ادھر کی سرگرمیوں یا Exosomatic عوامل میں صرف ہوجاتا ہے، اب تک روزانہ فی کس توانائی کا استعمال 2000 کیلوری تھا، جلد ہی یہ 400 گنا یعنی 800,000 کیلوری یومیہ ہوجائے گا۔(۱)

اسی بے جا استعمال کا نتیجہ ہے کہ کرۂ ارض پر کاربن ڈائی آکسائیڈ اور سلفر ڈائی آکسائیڈ وغیرہ گیسوں کی بھرمار ہوگئی ہے، جس سے انسانی زندگی کو شدید قسم کے خطرات لاحق ہوگئے ہیں۔

ایندھن سے پیدا ہونے والے دھواں کے سلسلے میں صاحب ''قرآن اور ماحولیات'' نے لکھا ہے کہ ایک محتاط انداز کے مطابق دنیا میں دھوئیں کے بادل 2000ء تک اتنے وسیع ہوجائیں گے کہ ان سے فضاء میں 1910x10/6 ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ 146x10/6 ٹن سلفر ڈائی آکسائیڈ گیس جنم لے گی۔(۲)

۲- صنعتی فضلات

عصر حاضر میں صنعتی اور مشینی ترقیوں نے ماحولیاتی کثافت اور بالخصوص فضائی آلودگی کے اضافے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، صنعتی کارخانوں سے خارج ہونے والے فضلات، اسلحہ ساز فیکٹریوں سے نکلنے والی تابکاری شعاعیں اور فضاء میں بلند ہونے والی زہریلی گیس، فضائی آلودگی کا اہم اور سب سے بڑا سبب ہیں، جہاں ان کارخانوں سے بلند ہونے والے دھویں فضائے آسمانی کو تاریک کرتے ہیں اور ان کے زہریلے اثرات جسم

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۸۷ (۲) قرآن اور ماحولیات:۱۸۲

انسانی سے لے کر حیوانات اور نباتات تک کو متاثر کرتے ہیں، وہیں ان سے خارج ہونے والے فضلات سے بے شمار مہلک اور لا علاج قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں اوزون کی چادر، جو سورج کی زہریلی گیسوں کو ہم تک پہنچنے سے روکتی ہے، رقیق اور باریک ہوتی جارہی ہے، جس کے باعث زہریلی شعاعوں سے کرۂ ارض پر بسنے والوں کے لئے خطرات اور بیماریوں کا نیا دروازہ کھل گیا ہے۔

صنعتی فضلات کا ہی کرشمہ ہے کاربن ڈائی آکسائیڈ اور سلفر ڈائی آکسائیڈ کے ساتھ دیگر زہریلی گیسوں میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے، جس کے برے نتائج کا تفصیلی بیان آئندہ صفحات میں سپرد قلم کیا جائے گا۔

صنعتی کارخانے اور فیکٹریاں اکثر و بیشتر سمندروں اور دریاؤں کے کناروں پر واقع ہیں، ان کے فضلات بہہ کر یا تو سمندر میں جا ملتے ہیں یا پھر دریاؤں کے پانی کے ہمراہ ندی نالوں کے ذریعے قریہ قریہ سے گزرتے ہوئے خلیج میں جا گرتے ہیں، فضلات سے پانی آلودہ ہو جاتا ہے، بنی آدم جب اسے پینے کے کام میں لاتا ہے تو طرح طرح کے مضر اور مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے ان کی زندگی پیاس اور امراض کے درمیان دائر ہو کر رہ جاتی ہے۔

صنعتی ترقی کے ابتدائی دور میں اہل مغرب نے کبھی اس کی طرف توجہ نہ کی، آج جب اس کے مضر اثرات بڑے پیمانے پر سامنے آئے ہیں، تو وہ تحفظ ماحولیات کی سوچ رہے ہیں اور مختلف قسم کی تدبیریں کر رہے ہیں۔

دواخانوں کے فاضلات اور کیمیائی مادوں کے جلنے سے زہریلا کیمیائی مرکب ڈائی آکزن (Di Oxin) کی پیدائش بھی وسیع پیمانے پر ہو رہی ہے، جب کیمیائی مرکبات کو بھٹیوں یعنی (Incinera tors) میں ڈال کر جلایا جاتا ہے، تو ڈائی آکزن دھویں کے ساتھ خارج ہو کر ہوا، پانی اور غذاؤں میں جذب ہو کر انسانی جسم میں داخل ہوتے ہیں، کاغذ سازی کے دوران رنگ کی کٹائی (Blcaching) (پی، وی، سی) پلاسٹک اور کیڑا مار دواؤں کی

تیاری کے دوران بھی ڈائی آکزن خارج ہوتے ہیں، جو کینسر کی بیماری کو پیدا کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

جہاں تک ہندوستان میں ڈائی آکزن بحران کا تعلق ہے، ابھی تک حکومت اور عوام نے بھی اس مسئلے کو صحت عامہ کے تناظر میں نہیں دیکھا ہے، یا پھر اس کی بحرانی کیفیت کی شدت کو سمجھنے سے قاصر ہیں، اگر چہ کہ پلاسٹک پروڈکٹس اور دواخانوں میں کیمیائی بھٹیوں کے بارے میں جائزے لئے گئے ہیں؛ مگر ابھی تک اس مسئلے کی شدت کو حکومت نہیں سمجھ سکی ہے، اگر چہ کہ ہندوستان کی پلاسٹک انڈسٹری ہر ماہ 70 ہزار ٹن پی وی سی بنا رہی ہے، جو ڈائی آکزن کی پیداوار کا بڑا ذریعہ ہیں، مگر ابھی تک ان صنعتوں کے فاضلات سے نمٹنے کے بارے میں موثر پروگرام نہیں بنا سکی ہے، یہی حال کاغذ ساز صنعتوں کا بھی ہے اور دواخانوں کی دوائی فاضلات کی کیمیائی بھٹیوں کے بارے میں مؤثر اقدامات کو نافذ کرنے میں حکومت سرگرم نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ، ہندوستان میں ڈائی آکزن کی آلودگی کا مسئلہ دن بدن سنگین ہوتا جا رہا ہے، نہ صرف ڈائی آکزن اور مختلف بیماریوں کے بارے میں مطالعوں کی کمی ہے؛ بلکہ اس کے حفظ ما تقدم کے لئے پروگرام وقت کی اہم ضرورت ہے۔(۱)

یہ ایک حقیقت ہے کہ خود کو سپر طاقت کہلانے والا ملک امریکہ، ماحولیاتی آلودگی کا سب سے بڑا ذمہ دار ہے ''ایک تجزیے کے مطابق دنیا میں ایک تہائی آلودگی امریکہ کے صنعتی کارخانوں کے باعث پھیلتی ہے'' (۲) گویا امریکہ اس میدان میں بھی سپر کی حیثیت برقرار رکھے ہوا ہے۔

۳- اسلحہ کے ذخائر اور آتشزدگی

فضائی آلودگی جن وجوہات اور اسباب سے جنم لیتی ہے، ان میں روایتی اور غیر روایتی اسلحوں کی صنعت، ذخیرہ اندوزی اور ان کی مارکٹنگ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔

---

(۱) روز نامہ منصف حیدرآباد، چہارشنبہ ۲۹/اگست ۲۰۰۱ء

(۲) روز نامہ منصف حیدرآباد، چہارشنبہ ۲۶/جولائی ۲۰۰۱ء

آج دنیا کے کسی ملک یا قوم کو اس بنیاد پر امتیاز اور بالا دستی حاصل نہیں ہے کہ، وہ مہذب اور متمدن قوم ہے اس کے پاس زندگی کے تمام شعبوں اور گوشوں کے لئے رہنما اُصول موجود ہیں، اس کا مذہب امن وسلامتی کا داعی اور فرض شناسی کا علم بردار ہے؛ بلکہ آج برتری اور بالا دستی کا نشان یہ ہے کہ اس کے پاس دنیا میں ہلاکت وتباہی پھیلانے کے نت نئے ہتھیار موجود ہیں وہ اگر چاہے تو یکلخت دنیا میں اپنے مہلک ہتھیاروں سے ایسا انقلاب برپا کردے کہ شاید ہی دنیا کا کوئی خطہ اس کی زد میں آنے سے رہ جائے، آج وہی ملک دنیا میں سپر طاقت اور سپر پاور کہے جانے کا حق دار ہے جس کی حکومت کا دائرہ زمین سے لے کر سمندروں اور فضاؤں تک وسیع ہے۔

قومی سلامتی کی صیانت کے نام پر ہر ملک عام تباہی و بربادی اور تخت وتاج کے اسباب مہیا کرنے میں لگا ہوا ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ملکوں کی سرحدیں محفوظ ہوجائیں گی اور دنیا میں امن وسلامتی کا ماحول ہوجائے گا؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عام تباہی پھیلانے والے ایٹمی ہتھیار کسی بھی طور پر قومی سلامتی کے تحفظ کا ذریعہ نہیں ہیں، دوسروں کی تباہی کے ذریعہ اپنا تحفظ چاہنا عقل سے اور واقعہ سے ماوراء بات ہے آئسٹائن اور دوسرے سائنس دانوں نے مادے کو توانائی میں تبدیل کرنے کے جو تجربات کئے ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ایک کلوگرام یورنیم کے انشقاق سے تقریباً نوسو کھرب جولی (توانائی کی اکائی) توانائی خارج ہوتی ہے، جن میں بجلی پیدا کرنا، صنعتی نظام چلانا اور زرعی پیداوار بڑھانا وغیرہ شامل ہیں؛ لیکن یہی توانائی جب بم کی شکل میں استعمال کی جاتی ہے، تو بہت تھوڑی سی توانائی پورے ایک شہر کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے، اس عمل میں فضاء کا درجۂ حرارت لوہے کے نقط پگھلاؤ تک جا پہنچتا ہے، نسل انسانی کو ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال اور اس کی ہولناک تباہیوں کا تجربہ پہلی بار ۶ ؍اگست ۱۹۴۵ء کو اس وقت ہوا جب دوسری عالمی جنگ کے آخری دنوں میں امریکی فضائیہ نے جاپان کے شہر ہیروشیما پر انسانی تاریخ کا پہلا ایٹم بم گرایا، اس کے تین دن بعد ۹ ؍اگست کو دوسرا بم صنعتی شہر ناگاساکی پر گرایا گیا، ان بموں

کے تابکار اثرات ہیروشیما اور ناگاساکی کے اطراف میں آج بھی پائے جاتے ہیں۔

مگر ان تمام تلخ تجربات کو جھٹلاتے ہوئے اور حقیقت سے نگاہیں چھپاتے ہوئے، آج ہر ملک ہتھیاروں کی دوڑ میں شامل ہو چکا ہے اور ہر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی فکر میں ہمہ دم مصروف سعی ہے اور گویا دنیا ہتھیاروں کا گرم بازار بن چکی ہے۔

ایسا اس لئے ہے کہ ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک کی ترقی کا مدار یہی ہتھیاروں کی صنعت ہے، اسی کے بل بوتے پر دنیا میں وہ اپنا سکہ جمانے میں کامیاب ہوئے ہیں، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ سرحدوں پر کشیدگی کے اسباب فراہم کئے جائیں اور دو قریبی ملکوں کو نسل پرستی، قوم پرستی، مذہب پرستی یا علاقائی تنازعات کی آگ میں جھونک دیا جائے، تاکہ ہر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے اور اپنے تحفظ کے نشے میں دھت ہو کر، ہتھیار ساز ملکوں سے دفاعی معاملات طے کرے اور اپنے عوام کے خون پسینے کی کمائی کو ان کی حفاظت کے بہانے ان امیر ملکوں کے حوالے کر دے یہ ممالک بیک وقت زہر اور تریاق کے سوداگر ہیں۔

چنانچہ ۱۹۷۹ء میں کی گئی ہتھیاروں کی قانونی تجارت 55 ارب ڈالر تھی، اتنی بڑی ہتھیاروں کی مارکٹ کا خود امریکہ جو سلامتی کونسل کا سینئر رکن ہے 60% حصہ دار تھا، حال میں شائع ہوئے ایک تجزیئے کے مطابق 1989ء سے 1998ء کے درمیان دنیا میں 61 بڑے فوجی تنازعات بپا ہوئے، جن میں 10 لاکھ افراد موت کے گھاٹ اتارے گئے، ان تنازعات کا ایک اور افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ مرنے والوں میں آدھے سے زیادہ سیویلین یعنی غیر فوجی لوگ تھے، جانی نقصانات کے علاوہ جائیداد اور مال کا بے حساب نقصان بھی ہوا؛ کیوں کہ ان جنگوں کی وجہ سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ کم سے کم 6.5 کروڑ افراد بے گھر ہوئے یا ہجرت کے لئے مجبور ہوئے، اس رپورٹ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہتھیاروں کی کثرت تحفظ کی ضمانت نہیں ہے؛ بلکہ انسانی حیات کے لئے موت کا پیغام ہے اور ماحولیاتی کثافت کا ذمہ دار۔

روس، فرانس، چین، برطانیہ اور امریکہ جیسے اسلحہ ساز ممالک کی فہرست میں جرمنی

اور اسرائیل کا نام بھی شامل ہو گیا ہے؛ لیکن اسلحہ کی تجارت کا دنیا میں سب سے زیادہ حامی اور تاجر امریکہ ہے، جس کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلحہ فراہم کر کے امن کی فضا ساز گار کرتا ہے، امریکہ کی اسی پالیسی کے نتیجے میں ۱۹۹۵ء کے پورے دہے میں امریکہ سعودی عرب، کویت اور متحدہ عرب امارت کو کروڑوں بلکہ اربوں ڈالٹر کے اسلحہ فراہم کئے؛ تاکہ ایران اور عراق کے خلاف ان کے دفاعی نظام کو مستحکم کیا جائے، اس پالیسی کی وجہ سے ایران کے اس علاقے میں خدشات میں اضافہ ہوا اور پھر اس نے چین اور روس سے اسلحہ خریدے، اس طرح فوجی عدم استحکام کی صورت نے سعودی عرب کو 1985ء اور 1989ء کے درمیان 9 ارب ڈالر کی فوجی درآمدات کو امریکہ سے حاصل کرنے پر مجبور کیا یہی سودا بڑھتے بڑھتے 1995ء اور 1997ء کے دوران 31.3 ارب ڈالر کی امریکہ اسلحہ کی تجارت پر پہنچا۔(۱)

اسلحہ کی تجارت کا ایک دل خراش پہلو یہ ہے کہ یہ ساری بدیسی کمپنیاں اپنی تجارت کے فروغ میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھتیں، رقیب ملکوں کے درمیان اپنے ماڈرن اور نفیس ترین اسلحوں کی یکساں اشتہار بازی کر کے اربوں ڈالر دونوں فریق سے بٹورتی ہیں، چنانچہ امریکہ، ترکی اور یونان کو ایک ساتھ اپنے ہتھیار فروخت کرتا ہے، مصر اور اسرائیل بھی اس کے خریدار ہیں، تو عوامی جمہوریہ چین اور تائیوان کے فوجی گودام بھی امریکی اسلحہ اور گولہ بارود سے بھرے پڑے ہیں۔

ہمارا ملک ہندوستان ہتھیاروں کی خریدی کرنے والا دوسرا سب سے بڑا ملک بن گیا ہے، اس نے گذشتہ سال ہتھیاروں کی خریدی کے لئے 4.8 بلین ڈالرس کی معاملتیں کی ہے اور اس سال کے قومی بجٹ میں ہندوستان نے 62 ہزار کروڑ روپئے قومی صیانت کے لئے مختص کیا ہے، جو جملہ قومی بحٹ کا ایک تہائی ہے، ایک ایسا ملک جس کی 100 کروڑ کی آبادی کا تقریباً ''ایک تہائی حصہ غریبی کی ریکھا'' کے نیچے زندگی گزار رہی ہو، فوج اور گولہ بارود کے لئے 62 ہزار کروڑ روپیہ کا خرچ عوام کے بہت بڑے طبقہ کے ساتھ ناانصافی نہیں

(۱) ملاحظہ کیجئے: اداریہ روزنامہ منصف حیدرآباد یکم جون ۲۰۰۱ء

تو اور کیا ہے؟ سوچئے اگر یہی خطیر رقم فروغ انسانی کے پروگراموں یا امن قائم کرنے کی سرگرمیوں پر خرچ کی جاتی تو عالم انسانیت کے ایک بہت بڑے طبقے کی کتنی مؤثر خدمت ہوتی۔

''ترقی پذیر ممالک کو روایتی ہتھیاروں کی منتقلی'' کے زیر عنوان شائع ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہتھیاروں کی خریدی کی معاملت کے اعتبار سے ہندوستان متحدہ عرب امارات کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے، جس نے 80 یو ایس ایف، 16 لڑاکا طیاروں کی خریدی کے لئے امریکہ سے 6.4 بلین ڈالرس کا معاہدہ کیا ہے، رپوٹ کے مطابق ہندوستان نے زیادہ مصارف روس سے T.90 دبابے اور سکھوئی SU-30 بمبار طیاروں کے محصول کے لئے کئے ہیں، متحدہ عرب امارات اور ہندوستان کے بعد ہتھیاروں کی خریدی میں جنوبی کوریا تیسرے نمبر پر ہے، جس نے عالمی مارکٹ سے 3.3 ملین ڈالرس مالیتی ہتھیار خریدے ہیں، رپورٹ کے مطابق ایشیائی، لاطینی امریکی اور افریقہ کے ترقی پذیر ممالک نے گذشتہ سال 25.4 ڈالرس مالیتی ہتھیاروں کی خریدی کے معاہدات کئے ہیں، جو عالمی سطح پر ہتھیاروں کی خریدی کے لئے مختص کردہ جملہ 36.9 بلین ڈالرس کا دو تہائی حصہ بنتا ہے، رپورٹ کے بموجب ترقی پذیر ممالک کو ہتھیار فروخت کرنے والی مارکٹ میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ، روس اور فرانس کو بالا دستی حاصل رہی ہے، امریکہ 12.6 ملین ڈالرس کے ہتھیار فروخت کرتے ہوئے ان ممالک میں سرفہرست رہا، جب کہ روس اور فرانس کو بالترتیب دوسرا اور تیسرا مقام حاصل ہوا، امریکہ ترقی پذیر ممالک کو تیار شدہ ہتھیاروں کو حوالگی کے معاملہ میں بھی سرفہرست رہا، اس ضمن میں برطانیہ اور روس نے بالترتیب دوسرا اور تیسرا مقام حاصل کیا۔

رپورٹ کے مطابق تیار شدہ ہتھیاروں کی وصولی کے معاملے میں سعودی عرب، چین اور مصر سب سے آگے رہے، گذشتہ 8 بلین ڈالر مالیتی ہتھیار حاصل کئے، امریکی سطح پر کی گئی تحقیقات سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ گذشتہ سال ہتھیاروں کی فروخت میں

8% کا اضافہ ہوا ہے، امریکہ نے 18.6 روس 7.7 اور فرانس نے 4.1 بلین ڈالرس کے ہتھیار فروخت کرتے ہوئے بالترتیب پہلا، دوسرا اور تیسرا مقام حاصل کیا، جس کے بعد جرمنی 1.1 بلین ڈالرس برطانیہ 600 ملین ڈالرس، چین 400 ملین ڈالرس اور اٹلی 100 ملین ڈالرس کے ہتھیار فروخت کرتے ہوئے عالمی مارکٹ میں خود کو منواتے رہے۔(۱)

ایک طرف دفاعی ساز وسامان کی وسیع پیانے پر خرید وفروخت ہورہی ہے، تو دوسری طرف ترقی یافتہ ملکوں کے پاس اسلحوں کے بڑے ذخائر موجود ہیں اور پھر ان ہی کی دیکھا دیکھی ترقی پذیر ممالک بھی اپنی ملکی آمدنی کا بیشتر حصہ اسلحہ سازی اور اس کی ذخیرہ اندوزی میں صرف کررہے ہیں، یہ مقام اس بات کا متحمل نہیں ہے کہ، دنیا کے تمام بڑے ملکوں کی دفاعی طاقت کا جائزہ اور اس کی تفصیل پیش کی جائے، تاہم اس دور میں سپر پاور کے نام سے اپنی شناخت قائم کرنے والے ملک امریکہ کے نیوکلیر اسلحوں کے ذخائر کے سلسلے میں ایک اجمالی رپورٹ پیش کرنا اہمیت کا حامل ضرور ہے، ''امریکہ کے ایک نیوز میگزین نے امریکی نیوکلیر ہتھیاوں کے ذخائر کی تفصیلات بتائی ہے، جن میں بین براعظمی بالسٹک مزائلس کے 5400 وار ہیڈس 1750 نیوکلیر بم اور کروز مزائلس جو B-2 اور B-52 سے چھوڑے جانے کے لئے تیار ہیں 1670 جنگی نیوکلیر ہتھیار اور بنکرس میں موجود 10,000 وار ہیڈس شامل ہیں''۔(۲)

ہمارے ملک ہندوستان کی دفاعی طاقت کچھ یوں ہے :

فوج: 1999ء میں ہندوستان میں فوجیوں کی تعداد 1,173,000 ریکارڈ تھی؛ جب کہ 1,85,000 باڈر سیکوٹی ارکان کے بشمول 1,90,000 جوان پیراملٹری فورسس میں سرگرم ہیں، ان میں بری فوجیوں کی تعداد 1999ء کے اعداد وشمار کے مطابق 9,80,000 رہی، جب کہ محفوظ یا ریزوفورس 300,000 جوان ہمیشہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے دستیاب ہیں، ان کے علاوہ رضا کار علاقائی فوج 33,400 مستعد جوانوں پر مشتمل ہے۔

(۱) روزنامہ منصف حیدرآباد ۲۳ر اگست ۲۰۰۱ء (۲) دیکھئے: روزنامہ منصف حیدرآباد ۱۹ر جون ۲۰۰۱ء

بحریہ: ہندوستان کی بحریہ مشرقی مغربی اور جنوبی 3 کمانڈوز میں تقسیم کی گئی ہے، 1959ء میں تیار کردہ 29,000 ٹن وزنی ایر کرافٹ کیریئر (جنگی طیاروں کو لے جانے والا آبی جہاز) 1997ء میں ہندوستانی بحریہ کے حوالے کیا گیا، ہندوستانی بحریہ میں ڈیزل سے چلنے والے 12 سویت ساختہ آبدوزوں، جرمنی کی ڈیزائن کردہ چار جنگلی کشتیوں، توپ نصب کئے جانے والے 13 جنگی جہازوں اور دشمن کے نشانوں کو تباہ کرنے والے بحری بیڑے بھی شامل ہیں۔

ہندوستانی بحریہ 79 لڑاکا طیارے کے ساتھ 83 مسلح ہیلی کاپٹروں سے بھی لیس ہے، 1999ء تک بحریہ میں جوانوں کی تعداد 53,000 بتائی گئی ہے۔

فضائیہ: ہندوستانی فضائیہ کو 5 کمانڈوز میں تقسیم کیا گیا ہے، فضائیہ 774 کیاٹ ائر کرافٹ 34 مسلح ہیلی کاپٹروں 40 اسکواڈرن ائر کرافٹ کے ساتھ ساتھ ایس یو 305 میگ 235 میگ 275 میگ 295 جاگوار اور میراج 2005 جیسے طاقتور ہتھیاروں سے لیس ہے۔(۱)

اس کے علاوہ نیوکلیر بموں اور میزائلوں کی ایک خاص تعداد موجود ہے۔

ہتھیاروں کے ذخائر محض ذخیرہ ہی نہیں ہیں؛ بلکہ دنیا کے اکثر خطوں میں ان کا استعمال بھی ہو رہا ہے، لاکھوں جانیں ان کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں اور آنے والی نئی نسلیں اپنی پیدائش پر ماتم کناں ہیں، عراق پر آئے دن بموں کی بارش کی جارہی ہے، جس کے اثرات دنیا کی نگاہوں کے سامنے ہیں، چیچنیا اور روس جیسے دوسرے ملکوں میں کیمیائی اسلحوں کے استعمال سے بچے اپاہج اور ناقص الاعضاء پیدا ہو رہے ہیں اور ان بموں سے اٹھنے والے زہریلے دھویں اور ہلاکت خیز گیسیں فضائی آلودگی کو انتہاء تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہیں۔

---

(۱) روزنامہ منصف حیدرآباد ۱۲؍جولائی ۲۰۰۱ء

ہتھیاروں کے اندھادھند استعمال سے فضائی آلودگی تو بڑھ رہی ہے، جو اسلحے ذخیرہ کرکے رکھے گئے ہیں وہ بھی آلودگی کا سبب بن رہے ہیں، وقتاً فوقتاً اسلحہ ڈپوز میں آتشزدگی کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، جن کے نتیجے میں زہریلی گیس اور دھویں فضاء کو مسموم اور زہر آلود کردیتے ہیں، جس کی وجہ سے فضائی آلودگی میں روز افزوں اضافہ، ماحولیاتی بحران سنگین سے سنگین تر اور انسان صحت مند ہواؤں سے محروم ہوتا جارہا ہے، نت نئی ناقابل علاج بیماریاں پھیل رہی ہیں جن سے انسانی وجود کو سنگین خطرات لاحق ہوگئے ہیں۔

پچھلے ایک ڈیڑھ سال کے دوران ہندوستان کے اسلحہ ذخائر میں آتشزدگی کے متعدد واقعات رونما ہوئے جن میں کروڑوں کا نقصان ہوا اور فضاء کے مسموم ہوجانے کی وجہ سے بیماریاں اور ہیضے پھیل گئے۔

۴- ٹریفک کی بہتات

آج کل موٹر گاڑیوں کی صنعت عروج پر ہے، ہر شخص اتنا آرام کوش ہوگیا ہے کہ ایک آدھ میل بھی پیدل جانے کو تیار نہیں ہے، موٹر کاریں گویا ان کی زندگی کی ضرورت بن گئی ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ موٹر گاڑیاں بہ ظاہر آرام اور سہولت کے اسباب ہیں؛ لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مضرت اور نقصان کے دھارے بھی یہاں سے پھوٹتے ہیں، چنانچہ موٹر گاڑیوں سے نکلنے والے زہریلے دھویں اور ڈیزل، پٹرول کے ایندھن سے پیدا ہونے والی مہلک گیسیں فضاء میں پہنچ کر فضاء کو پراگندہ اور آلودہ کرتی ہیں، اسی طرح موٹر گاڑیوں کے زہر آمیز دھوؤں کے ساتھ سیسہ جیسا مہلک عنصر مل جاتا ہے، جو ہوا کی روانی کے ساتھ جانداروں کی سانس کے ذریعے پھیپھڑوں میں پہنچ جاتا ہے، جس کے نتیجے میں راہ چلتے لوگوں میں قسم قسم کی بیماریوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، موٹر گاڑیوں اور عام ٹریفک سے اٹھنے والے دھوؤں کے بادل اب اتنے وسیع ہوگئے ہیں کہ ان سے فضاء میں 1910x10/6 ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ 146x10/6 ٹن سلفر ڈائی آکسائیڈ جنم لے رہی ہے، جو انسانی زندگی کے لئے سم قاتل ہے، الغرض ٹریفک کی کثرت نے فضائی آلودگی کو

کافی خطرناک حد تک بڑھا دیا ہے۔

۵- جنگلات کا صفایا

ماحولیات کے تحفظ اور توازن کو برقرار رکھنے میں درختوں اور جنگلات کا اہم رول ہے، جہاں ان سے خوراک حاصل ہوتی ہے، موسم میں اعتدال پیدا ہوتا ہے، فضا صاف ہوتی ہے، روزگار کے مواقع میسر آتے ہیں، طرح طرح کی ادویات اور دیگر فوائد حاصل کئے جاتے ہیں، وہیں وہ انسانی سرگرمیوں سے جنم لینے والے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرکے ماحول کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور گلوبل وارنگ کو بڑھنے سے روکتے ہیں۔

لیکن دوسری طرف یہی درخت اور جنگلات، جو ہمارے ماحول کی حفاظت کے لئے ایک بہت بڑا قدرتی عطیہ تھے، اب انسان انھیں نہایت ہی بے رحمی سے ختم کر رہا ہے، بہت سے جنگلات ہیں، جو اب درختوں کے بجائے انسانوں کے جنگل بن گئے ہیں، ان جنگلات میں ایسے حیوانات بھی رہتے ہیں، جو بعض کثافت پیدا کرنے والی اشیاء یا جانور کو اپنی غذا بناتے ہیں، جنگلات کا خاتمہ ان کے وجود کو بھی کم کرتا جا رہا ہے۔

جنگلات میں کمی واقع ہونے کے اسباب میں ایک سبب زیب وآرائش کی چیزوں کی تیاری کے لئے جنگلات کا بے رحمانہ کٹاؤ ہے؛ جب کہ ایک دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ دنیا کی آدھی آبادی کے ایندھن کا انحصار آج بھی لکڑیوں پر ہے، تنزانیہ اور گیمبیا وغیرہ جیسے ملکوں میں تو 99% آبادی کے ایندھن کا انحصار صرف جنگلات کی لکڑی پر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا فی سکنڈ ایک فٹ بال گراؤنڈ کے بقدر جنگلات سے محروم ہو رہی ہے، اگر یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو 2085ء تک ہم (Tropical Forest) سے بالکل محروم ہو جائیں گے 1970ء سے 1990ء کے دوران 200 ملین ہیکڑ رقبے کے جنگلات ختم ہوئے، ماہرین کے بقول متوازن ماحول میں (Tropical Forest)13.4% ہونے تھے؛ مگر اب 5.9 فیصد سے بھی کم ہیں، عام جنگلات 36 فیصد کے بجائے 28 فیصد (Semidescrt)10 فیصد کے بجائے 15 فیصد ہو چکے ہیں، صحراؤں کا جود 11.4 فیصد کے

بجائے سترہ فیصد ہو رہا ہے، جنگلات کی سب سے عمدہ اور قابل قدر قسم (Tro Pical) کہلاتی ہے، انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں یہ جنگلات (Grassland) اور صحراؤں میں بدلتے جا رہے ہیں۔(۱)

ماحولیاتی سائنس دانوں کے مطابق کسی بھی ملک میں ماحولیاتی توازن قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس ملک کی سبز چادر یعنی (Green Cover) کو ملک کے جملہ رقبے کا کم سے کم ایک تہائی رقبے تک باقی رکھا جائے؛ مگر امریکہ میں جنگلات کا رقبہ 30% ہے، اسی کے لگ بھگ افریقہ میں صحراؤں کا رقبہ ہے، ہندوستان میں جنگلوں کے جائزے کی جو رپورٹ 1995ء میں شائع ہوئی ہے، اس کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ یہاں جنگلوں کو کچھ اس بے دردی سے کاٹا گیا ہے کہ اب ملک میں سبز چادر 20% سے بھی کم ہے، جنگلوں کے اس طرح بنجر اور خشک علاقوں میں بدل جانے کے لئے کون ذمہ دار ہے؟ اور اس مصیبت کا تدارک کیا ہے؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ حکومت نے 1952 اور پھر 1976ء میں جنگلوں کے استحصال کو چند مخصوص وسائل کے لئے محدود رکھتے ہوئے لکڑی کے محصول اور چند طبی دواؤں کے لئے اجازت دی تھی تا کہ دواؤں کی صنعت کے علاوہ صنعتی ترقی کو فروغ حاصل ہو، مگر ان دونوں پالیسیوں کا سہارا لے کر تاجروں اور گتہ داروں نے بلا روک ٹوک جنگلوں کو کاٹنا شروع کیا، حتیٰ کہ آج ملک کی سبز چادر گھٹ گھٹا کر 20% سے بھی کم رہ گئی ہے۔(۲)

بہت سے طاقتور ممالک اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے کمزور ملکوں پر ایسے بم گراتے اور ایسے طریقے استعمال کرتے ہیں، جس سے اس ملک کے جنگلات چٹیل میدانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور وہاں کی زرخیز زمین بنجر اور شوریدہ ہو جاتی ہے اور وہ ملک زمینی آبی اور فضائی آلودگی کی ہمہ گیر تباہ کاریوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے، جس سے بچ کر نکلنا غیر

---

(۱) قرآن اور ماحولیات: ۱۳۰ تا ۱۳۳

(۲) روزنامہ منصف حیدرآباد ۲۷/جون ۲۰۰۱ء بروز چہارشنبہ، قرآن اور ماحولیات: ۱۳۳

ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے، چنانچہ 1952ء تا 1970ء کے عرصے میں ویت نام کی جنگ کے دوران امریکی فوجوں نے کمیونسٹوں کا صفایا کرنے کے لئے جنگلوں کو صاف کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اس کے لئے انھوں نے پودوں کو مارنے کی دوا (Herbicide) کا بے دریغ استعمال کیا تھا، جس کا تجارتی نام ایجنٹ آرینج (Agent Orange) رکھا گیا، اندازہ لگایا گیا کہ، امریکی افواج نے ان آٹھ سالوں کے درمیان لگ بھگ 452 کروڑ لیٹر ایجنٹ آرینج کا چھڑکاؤ کیا تھا، تاکہ ویت نام کے جنگلوں کو چٹیل میدانوں میں بدلا جاسکے، اس حیاتیاتی جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایجنٹ آرینج سے خارج ہونے والے مہلک کیمیائی مرکب جسے ڈائی آکزن (Dioxin) کہتے ہیں 10,8 سال کے عرصے میں دریاؤں، جھیلوں اور مٹی میں گھل مل کر سارے ماحول کو زہر سے آلودہ کر دیا، آج 30 سال گزرنے کے بعد ویت نامیوں کی نسل نت نئی بیماریوں کے روپ میں اس آلودکاری کی مصیبتوں کو جھیل رہی ہے۔(۱)

خلاصہ یہ کہ جنگلات میں کمی پیدا کرنے کے اسباب کی فراہمی کے ذریعے کاربن ڈائی آکسائیڈ کی پیدائش میں اضافہ اور اس پر کنٹرول کو کمزور کر کے فضائی آلودگی کو ہوا دی جارہی ہے، جو کسی بھی طرح روشن مستقبل کی ضامن نہیں ہے اور نہ ہی اسے دانشمندانہ اقدام کہا جاسکتا ہے۔

۶- زہریلی گیسوں اور تابکاری شعاعوں کا اخراج

مختلف قسم کی مشینوں اور موٹر کاروں، ایر کنڈیشن اور ریفریجیریٹر وغیرہ سے خارج ہونے والی زہریلی گیسیں اور اسلحہ ساز فیکٹریوں سے پھیلنے والے تابکاری اثرات بھی فضاء کو متاثر اور مسموم کرتے ہیں، جس کے باعث اوزون کی چادر کو ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچتا ہے اور پھر عالمی حرارت میں اضافہ ہو کر موسموں کے توازن میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، سال گذشتہ جاپان کے ایک ایٹمی ری ایکٹر سے تابکاری کے ذرات رس کر فضاء میں پھیلنے

---

(۱) روزنامہ منصف حیدرآباد، ۲۹ر اگست بروز چہارشنبہ ۲۰۰۱ء

لگے تھے، جس پر عالمی برادری اور تحفظ ماحولیات کے علم برداروں کے کان کھڑے ہوگئے تھے، اسی طرح 1984ء میں ہندوستان کے شہر بھوپال میں گیس کا وہ المیہ پیش آیا تھا، جو دنیا کے چند ماحولیاتی المیوں میں سے ایک ہے اور جس میں 3 ہزار جانیں تلف ہوئی تھیں اور ہزاروں کی تعداد میں مرد و خواتین معذور ہوگئے تھے، اسی واقعہ نے ہندوستان میں ماحولیاتی آلودگی کے مسئلے کو حکومتی اور عوامی سطح پر نمایاں کیا تھا۔

ہندوستان میں ہندومت سے تعلق رکھنے والے ہر سال دیوالی کے نام سے ایک تہوار مناتے ہیں، جس میں کروڑوں سے زائد تعداد میں دیئے اور موم بتیاں جلائی جاتی ہیں، اور ان گنت بارودی پٹاخے آسمان میں چھوڑے جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں دھواں اور گیس کا ایک سیلاب آسمان کی طرف اٹھتا ہے اور پھر پوری فضاء آلودہ ہوکر رہ جاتی ہے اور زمین پر بسنے والوں کو قسم قسم کی پریشانیاں لاحق ہوجاتی ہیں اور وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، علاوہ ازیں آگ لگنے کے واقعات بہ کثرت رونما ہوتے ہیں، جس میں سینکڑوں جانیں اور کروڑوں؛ بلکہ اربوں روپئے مالیت کے ساز و سامان جل کر راکھ ہوجاتے ہیں، یہ اسلام ہی کا امتیاز اور اس کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی قانون کوئی اُصول انسانی صحت کے لئے ضرر رساں نہیں ہے، الغرض ہندوستان کی فضائی آلودگی میں اضافے کا ایک اہم سبب یہ تہوار بھی ہے، جس پر حفظانِ صحت کے قوانین کی رو سے پابندی عائد ہونی چاہئے۔

۷- سگریٹ نوشی

سگریٹ نوشی بظاہر معمولی عمل معلوم ہوتی ہے؛ لیکن اس کے اثرات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہوجائے گی کہ فضائی آلودگی میں اس کا اہم اور کلیدی رول ہے، چنانچہ ایک عدد سگریٹ سے کاربن مونو آکسائیڈ کی تقریباً PPM (Part Per Million) 460-475 مقدار کے علاوہ کئی زہریلے مادے بشمول نکوٹین جنم لیتے ہیں۔(۱)

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۷۹

اسی طرح300 PPM کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے، اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ :

سگریٹ کے ایک حصے پر Fire ہوتی ہے، تو دوسرے پر Fool
اہل مغرب نے تو سگریٹ کو کینسر کا پیش خیمہ کہتے ہوئے
(Cancer Stieks) کا نام دیا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

فضائی آلودگی کے مضر اثرات

توانائی اور ایندھن کے لئے لکڑی، کوئلہ، گیس اور تیل وغیرہ کے استعمال میں اس قدر اضافہ کہ 1975ء میں توانائی کا استعمال (6040 Mtoe) تھا، جو بڑھ کر 2020ء میں (39400 Mtoe) ہوجائے گا اور صنعتی کارخانوں، اسلحہ ساز فیکٹریوں اور ٹریفک سے نکلنے والے دھویں اور زہریلی گیسیں فضاء میں تحلیل ہوکر کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اضافے کا سبب بن رہی ہیں۔

کارخانوں اور یز جیٹ جہازوں کے ذریعہ فضاء میں فلورو کاربن (F.C) کلورو کاربن (C.F.C) وغیرہ کی مقدار میں اضافہ ہورہا ہے، فضائی آلودگی کو بڑھانے میں زراعت کا عالمی حصہ 25 فیصد بجلی وتوانائی کا %25 ٹرانسپورٹ کا %10 اور صنعتوں کا %10 ہے، (۱) صرف امریکہ کرۂ ارض میں 4800 ملین ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ اور 1640 ملین ٹن C.F.C یعنی کلورو کاربن سالانہ بھیج رہا ہے۔(۲)

تنہا سگریٹ سے PPM 300 کاربن ڈائی آکسائیڈ جنم لیتی ہے،(۳) یہی وجہ ہے کہ 1750ء میں فضاء میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار 289 حصے فی ملین یعنی 289 (پی پی ایم) تھی جو آج بڑھتے بڑھتے 367 (پی پی ایم) کی حد تک پہنچ گئی ہے، یعنی گذشتہ ڈھائی سو سالوں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار میں 78 (پی پی ایم) اضافہ ہوا ہے، اس طرح کاربن ڈائی آکسائیڈ کی آلودگی myz تقریباً 30 فیصد اضافہ ہوا ہے، دنیا میں پہلی بار فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کو آلات کی مدد سے 1957ء میں امریکہ میں ناپا گیا تھا، جب اس

---

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۷۷ (۲) قرآن اور ماحولیات:۱۸۷

(۳) قرآن اور ماحولیات:۱۷۲

کی تعداد 315 پی پی ایم تھی جب کہ تقریباً گذشتہ پچاس سالوں میں اس کی آلودگی کی سطح میں 52 پی پی ایم کا اضافہ ہوا ہے، گویا ہر سال ایک پی پی ایم کاربن ڈائی آکسائیڈ زمین کی فضاؤں میں شامل ہو رہی ہے اور یہ اضافہ زندگی کی صحت و بقاء کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔(۱)

فضاء میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر زہریلی گیسوں کی مقدار میں اضافہ ہو جانے سے اوزون کی چادر (O3 Layer) کو کافی نقصان پہنچا ہے اوزون میں سوراخ ہو جانے سے سورج سے چلنے والی مختلف خطرناک قسم کی شعاعیں (جیسے U.V. Rays I.V. Rasy وغیرہ) ہماری زمین تک پہنچنے لگی ہیں، جس سے کینسر اور دیگر جلدی امراض کے امکانات بڑھ گئے ہیں اسی طرح ذہنی تناؤ اور بلڈ پریشر وغیرہ امراض میں بھی کافی تیزی آ گئی ہے، ''ایک اندازے کے مطابق فضاء میں اوزون کی مقدار 2.3 فیصد کم ہونے سے شعاعوں کی شدت 6 فیصد اور کینسر کے خطرات 14% بڑھ جاتے ہیں''۔(۲)

انھیں زہریلی گیسوں کی کثرت کے باعث درجۂ حرارت میں تیزی بڑھتی ہے، ''اقوام متحدہ کے سائنس دانوں نے دنیا میں موسموں کی گردش کی تبدیلی پر اپنی رپورٹ شائع کی ہے، اس حالیہ رپورٹ کے مطابق دنیا میں درجۂ حرارت میں آئندہ صدی تک 1.4 سے لے کر 5.8 درجہ سنٹی گریڈ اضافہ ہوسکتا ہے، ماضی کے موسموں کے دستاویز جو زیادہ سے زیادہ دس ہزار سال پرانے ہیں، بتاتے ہیں کہ اس قدر درجہ حرارت میں اضافے کی، دنیا کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی، درجۂ حرارت میں اضافہ کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا بار بار قحط سالی کی مصیبت میں گرفتار ہوگی، برف کے پگھلنے سے سمندروں میں تلاطم بڑھ کر ساحلوں کو ڈبا دے گا، اس طرح کئی ہزار ساحلی شہر اور تفریح گاہیں سمندروں میں غرق ہو جائیں گی، صرف یہی نہیں؛ بلکہ بحری زندگی جن میں جانور، پودے اور جراثیم لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں شامل ہوتے ہیں، یہ سب عام تباہی کی نذر ہو جائیں گے، اگر سمندروں میں پانی

---

(۱) روزنامہ منصف حیدرآباد ۱۹/جولائی ۲۰۰۱ء (۲) قرآن اور ماحولیات: ۱۷۶-۱۷۷

کی سطح جیسے کہ اندازہ لگایا گیا ہے، 88 سنٹی میٹر تک بلند ہو تو پھر بحری جزیروں کے علاوہ مصر، بنگلہ دیش اور ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں طوفان کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ لاکھوں لوگوں کی جانیں تلف ہو جائیں، انٹر گورنمنٹل پینل آف کلایمٹک چینج یعنی بین الحکومت مت پینل بڑے موسمی تبدیلی کے جائزے کی مطابق اگر سمندروں کے مرکزی حصوں میں بھی تلاطم 40 سمر سے بلند موجوں کو پیدا کرے گا، پھر خوف ہے کہ سن 2080ء تک ایسے طوفان کی وجہ دنیا میں مرنے والوں کی تعداد 20 کروڑ تک ہو سکتی ہے۔(۱)

ہتھیار سازی اور اسلحہ کے ذخیرہ اندوزی کے نقصانات یہیں پر بس نہیں ہو گئے کہ اس سے نکلنے والی زہریلی گیس اور تابکار شعاعوں سے فضائی آلودگی میں اضافہ ہوا اور حیاتیاتی زندگی کا دائرہ تنگ اور طبیعت انسانی تکدر اور تضیق محسوس کرنے لگی ، بلکہ ہتھیاروں کے غیر ذمہ دارانہ استعمال سے راست انسانی زندگی پر اس کے اثرات بھی مرتب ہوئے اور لاکھوں جانیں اس کی نذر ہو گئیں، اس علاقے کی زرخیز زمین بنجر ہو گئیں، اس کے زہریلے مادوں نے یہ قہر برپا کیا کہ صدیوں تک پیدا ہونے والے معصوم اور بے قصور بچے اپاہج، مفلوج اور ناقص الاعضاء ہوتے رہے اور آج بھی ہو رہے ہیں، سب سے پہلے جاپان اس قسم کی ہمہ گیر تباہیوں سے دوچار ہوا، ''جب 6 اگست 1945ء کو مغربی شہر ''ہروشیما'' ظالم امریکہ کی بمباری سے تباہ و برباد ہو گیا، اس حملے کے نتیجے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 221,893 بتائی جاتی ہے، جو ان 140000 اموات کے علاوہ ہے، جو 1945ء میں بم گرائے جانے کے راست نتیجے میں واقع ہوئی تھیں۔(۲)

ہتھیاروں سے ہلاکت و تباہی کا ایک طویل سلسلہ افریقہ کی خانہ جنگی کے نتیجے میں وجود میں آیا، واقعہ کچھ یوں ہے کہ 1957ء میں گھانا وہ پہلا افریقی ملک تھا، جس نے آزادی حاصل کی، اس کے بعد افریقہ کے دیگر بہت سے ممالک نے آزادی کا پروانہ حاصل کیا، جن میں الجیریا، تیونس، زیبیا، زائرے، صومالیہ، چاڈ، مالی، ایریتیریا، رونڈا، برونڈی،

(۱) اداریہ روزنامہ منصف، حیدرآباد ۱۹/جولائی ۲۰۰۱ء (۲) روزنامہ منصف حیدرآباد ۱۷/اگست ۲۰۰۱ء

انگولا، لائبریا وغیرہ شامل تھے؛ لیکن جس نظام سے تنگ آ کر آزادی اور حریت کے قائدین نے علم بغاوت بلند کی تھی، وہی نظام انھوں نے اقتدار میں آنے کے بعد افریقی عوام پر مسلط کر دیا جس کے بعد خانہ جنگی کی آگ کا بھڑکنا لازمی امر تھا، ادھر سرد جنگ کے زمانے میں امریکہ اور روس نے اپنے اپنے حلیف ملکوں کو جو ہتھیار فراہم کئے تھے، وہ لاکھوں کی تعداد میں جنوب مشرق ایشیاء اور افریقہ وغیرہ ملکوں میں موجود تھے، چنانچہ 1957ء سے 1985ء تک افریقہ میں 72 بغاوتیں ہوئیں، جن میں 13 سربراہان مملکت مارے گئے اور 3 ملین سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔

1989ء میں اگرچہ سرد جنگ کا خاتمہ ہوگیا؛ مگر ان خانہ جنگیوں کی وجہ سے افریقہ کے بے شمار ممالک میں بدترین قحط، دق، ملیریا، ہیضہ، خون کی کمی اور ایڈز جیسی خطرناک بیماریاں پھیل گئیں قحط، بیماری اور خانہ جنگی و بدانتظامی کے شکار ایتھوپیا، سوڈان، موزنبیق، انگولا، صومالیہ، ملاوی، لائبیریا اور روانڈا جیسے ممالک میں 30 ملین سے زائد لوگ مارے گئے ڈبلو ایچ او کی رپورٹ کے مطابق ملاوی کی ایک تہائی آبادی ایڈز جیسے لاعلاج بیماری میں مبتلا پائی گئی، اس کے علاوہ مجموعی طور پر 6 ملین افریقی نوجوان ایڈز کا اور 10 ملین نوزائد بچے H.I.V کا شکار ہیں، خانہ جنگیوں ایندھن میں جل کر خاکستر ہوجانے والوں کی تعداد تو ناقابل یقین ہے، انگولا کی خانہ جنگی میں 3 لاکھ افراد صومالیہ کی خانہ جنگی میں 1992ء تک 20 تا 30 ہزار، الجیریا کی خانہ جنگی میں 1991ء کے انتخابات کے نتائج کے اعلان سے 1996ء تک 40 ہزار افراد کے لگ بھگ، روانڈا کی خانہ جنگی میں 25 ہزار، کانگو کی خانہ جنگی میں ایک لاکھ سے زائد اور سوڈان کی خانہ جنگی میں 30 ہزار افراد ہلاک ہوگئے 1960ء تک افریقہ کے بعض ممالک کا شمار اناج و غلہ برآمد کرنے والے ممالک میں ہوتا تھا، مگر قحط، وباؤں اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے افریقی باشندے بھکاری بن گئے۔(۱)

انسانیت دشمنی میں نمایاں مقام رکھنے والے ممالک اور برطانیہ آج اپنی خونی پیاس

(۱) روزنامہ منصف حیدرآباد یکم جولائی ۲۰۰۱ء

بجھانے کے لئے عراق پر مہلک ہتھیاروں کی بارش کر کے موت کا رقص دیکھ رہے ہیں، جہاں لاکھوں افراد موت کے شکار ہوگئے، معصوم بچوں کی لاکھوں تعداد جوانی سے محروم ہوگئی، جنھیں دنیا دیکھنا نصیب نہ ہوا اور موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے سو گئے اور جہاں لاکھوں کے تعداد میں بچوں کی اعضاء ناتمام ہوتے ہیں، جن کا دنیا میں آنکھیں کھولنا، مصیبت کو گلے لگانے کے مرادف ہوتا ہے، بارودوں کی کثرت سے وہاں کی فضاء انتہائی حد تک آلودہ اور مسموم ہوگئی ہے، کہ کھیتوں میں اناج، غلہ اگانے کی صلاحیت تقریباً ختم سی ہوگئی ہے، آنے والی زندگی میں عراقی عوام کو شدید قسم کی وباؤں اور لاعلاج بیماریوں کا سامنا ہوگا، یہ سب کچھ گولے اور بارود سے پیدا ہونے والی فضائی آلودگی کا اثر ہے۔

تحفظِ ماحول کی عالمی کوشش

تحفظِ ماحولیات کے سلسلے میں سب سے بڑی اور عالمی کوشش سن 1997ء میں جاپان کے شہر ''کیوٹو'' میں ایک معاہدے کی شکل میں وجود میں آئی، جس کی رو سے امریکہ کے بشمول بین الاقوامی برادری کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ صنعتی کارخانوں اور کاروں کے دخانی اخراج (Smoke Emmissions) پر پابندی عائد کرے اور کیمیائی اور جراثیمی ہتھیاروں کی تیاری پر کنٹرول کرے؛ تاکہ فضاء کو آلودگی سے بچایا جاسکے؛ لیکن امریکہ کانگریس نے اقتصادی اسباب کی بنیاد پر اپنی حکومت کو اس معاہدے پر دستخط کرنے سے منع کردیا ہے اور موجودہ امریکی بش انتظامیہ نے کیوٹو معاہدہ (Kyoto Protocol) پر دستخط کرنے سے انکار اور جدید میزائل دفاعی سسٹم کو جاری رکھنے کا اعلان کردیا ہے، امریکہ کے سخت گیر اور جابرانہ روے کی وجہ سے افریقہ وایشیاء کے ملکوں کے ساتھ یورپی ممالک بھی امریکہ کے خلاف احتجاج کررہے ہیں، عوام میں امریکی دادا گیری کے خلاف شدید غیض وغضب کا ماحول پایا جاتا ہے، عالمی حرارت کے خلاف جنگ کو تیز کرنے کے لئے جو کوشش جرمنی کے شہر بان میں کی گئی وہ بھی ناکام ہوگئی ہے، اب ایک اور چوٹی کانفرنس اس خصوص میں مراقش میں اکتوبر کے مہینے میں منعقد کی جارہی ہے، دیکھنا ہے کہ کیا دنیا کے صنعتی ملکوں کے ساتھ امریکہ بھی اپنے صنعتی اخراج کو کم کرنے کے لئے راضی ہوتا ہے یا نہیں۔

انفرادی طور پر تقریباً تمام ہی ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں میں تحفظ ماحولیات کے قوانین موجود ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں 1974ء میں پانی کی حفاظت اور مناسب انتظام کے لئے پہلا ماحولیاتی قانون بنا، پھر 1981ء میں بڑھتی ہوئی فضائی آلودگی کے اثرات کو

روکنے کے لئے ''ایریکٹ'' پاس کیا گیا تا کہ عوام کو سانس لینے کے لئے غیر آلودہ اور پاک صاف ہوا میسر ہو سکے، جیسے جیسے پانی اور فضاء کی آلودگی کے خطرات وسیع پیمانے پر شہروں اور دیہاتوں میں محسوس کئے جانے لگے، حکومت نے بڑی جرأت کے ساتھ 1986ء میں ایک وسیع تر قانون ''ماحولیاتی بچاؤ ایکٹ'' (Environmental Protectionact) وضع کیا، اس ماحولیاتی بچاؤ ایکٹ کی روشنی میں مرکزی حکومت کو بڑے پیمانے پر اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ جس صنعت یا کارخانے کو جس کارکردگی سے ماحول گراوٹ یا کسی بھی قسم کی بگاڑ کا شکار ہو رہا ہے یا ہو سکتا ہے، اس کے خلاف احکامات جاری کر کے اسے راست بند کروا سکتی ہے۔

ایک ایکٹ یا قانون اس قدر وسیع ہے کہ اس کے تحت ملک کے ہر شہری کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی صحت و عافیت کی حفاظت کے لئے کسی بھی آلودہ کار (Pollater) کے خلاف شکایت درج کروا سکتا ہے؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ بہت کم ہی ان قوانین کو نافذ کرنے کے لئے اقدامات کئے جاتے ہیں، گو کہ ریاستی حکومتوں نے پولیوشن بورڈ قائم کر رکھے ہیں، مگر ان کے پاس بنیادی سہولتیں ہیں اور نہ ہی اسٹاف، جس کی مدد سے سڑکوں پر دھواں پھینکتی کاروں، آٹوز اور بسوں کی چیکنگ کر سکتے ہیں اور نہ ہی زہریلے سیاہ دھویں کے اخراج پر پابندی لگا سکتے ہیں، جو آئے دن کئی ہزار چھوٹے موٹے کارخانوں سے نکلتا رہتا ہے؛ کیوں کہ ہندوستان میں 90% سے زیادہ ماحولیاتی آلودگی کی وجوہات میں شہروں کی سڑکوں پر دوڑتی پٹرول اور ڈیزل کی گاڑیوں کے ساتھ نیم شہری علاقوں میں قائم کئے گئے کارخانے سب سے اہم ہیں۔

اسلامی تعلیمات

اسلام جو ایک عالمگیر، جغرافیائی سرحدوں سے ماوراء زمانہ اور عہد کے قید و بند سے آزاد، ساری انسانیت کے لئے امن کا پیغامبر اور انسان کے جان و مال کو تحفظ فراہم کرنے والا آسمانی مذہب ہے، ممکن نہیں کہ اس نے ماحولیاتی آلودگی کے سلسلے میں مستقبل کی نسل کے لئے کوئی روشنی نہ دی ہو، جس طرح آبی اور زمینی آلودگی کے سد باب کے لئے اسلامی تعلیمات موجود ہیں، جن کی تفصیلات گذر چکی، اسی طرح فضائی آلودگی کے باب میں بھی اسلامی نقطۂ نظر نہایت واضح اور بے غبار ہے، یہ ایک بدیہی بات ہے کہ زندگی گزارنے کے جو اسباب آج دنیا میں پائے جاتے ہیں، وہ عہد نبوی ﷺ میں اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ موجود نہ تھے؛ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے لحاظ سے ایسی ہدایات دی ہیں، جو مسئلے کے حل کے لئے کافی ہیں اور جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں قطعاً اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ فضاء کو آلودہ کر کے باشندگانِ عالم کے لئے مصیبتیں کھڑی کی جائیں اور ایسے اسباب وعوامل پیدا کئے جائیں، جن سے ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ اپنی سنگینی کے ساتھ جنم لے، آپ ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کا کچھ حصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

چراغ گل کرنے کی ہدایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے، جن سے فضائی آلودگی پھیلتی ہوں اور انسان کی صحت کے لئے مضرت رساں ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا؛ اس لئے کہ اس گھر میں آگ لگنے کا خطرہ

ہے، نیز دھواں جو کاربن گیس سے مرکب ہوتا ہے، دم گھٹنے اور فضائی آلودگی کے اضافہ کا قوی سبب ہے، موٹر گاڑیوں، الیکٹرانک مشینوں اور صنعتی کارخانوں سے نکلنے والا دھواں اور گیس بھی اسی ضمن میں آتی ہے، لہٰذا آپ ﷺ کی تعلیم ان تمام ذرائع کو شامل ہے، جو دھواں اور زہریلی گیسوں کے اخراج کا سبب بنتے ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چراغ کو گل کرنے کا حکم فرمایا، حدیث کے الفاظ ہیں :

خمروا الأنية واجيفوا الأبواب وأطفئوا المصابيح فإن الفويسقة ربما جرت الفتيلة فاحرقت البيت . (۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مدینے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں رات کو کسی گھر میں آگ لگ گئی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے، لہٰذا جب تم سونے لگو، تو اسے بجھا دیا کرو، حدیث کے الفاظ ہیں :

احترق بيت على اهله بالمدينة من الليل فلما حدث رسول الله صلى الله عليه وسلم بشأنهم ، فقال : إن هذه النار انما هى عدو لكم فإذا نمتم فاطفئوها عنكم . (۲)

آپ ﷺ نے خواہ مخواہ بلاضرورت چراغ جلانے سے منع فرمایا جو اس بات کا اشارہ ہے کہ اسلام کی نظر میں بلاضرورت ایسی چیزوں کا استعمال، جن سے دھواں وغیرہ کا اخراج ہو اور فضائی آلودگیاں جنم لیتی ہوں، قطعاً محبوب نہیں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کے وقت چراغ جلانے کو آپ ﷺ ناپسند فرماتے تھے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكره السراج عند الصبح رواه الطبراني فى الاوسط . (۳)

---

(۱) شرح السنۃ: ۳۹۱/۱۱ (۲) مسلم: ۱۷۱/۲

(۳) مجمع الزوائد: ۲۰۸/۸، كتاب الأدب

تدفین کا اسلامی طریقہ

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور ان کی اولاد کے سامنے تجہیز وتکفین کر کے قبر میں دفن کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کو، جو دنیا میں انسان کا سب سے پہلا قاتل تھا کوے کے ذریعے اپنے شہید بھائی ہابیل کو زمین میں دفن کرنے کا طریقہ دکھایا گیا، یہ خدائی تعلیم آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کے ذریعے اور قابیل اور اس کی اولاد میں استعداد کی کمی کے سبب کوے کے واسطے سے دی گئی، یہیں سے مُردوں کو دفنانے کا طریقہ رائج ہو گیا جو فطری طریقہ ہے اور جس کے بہت سے فوائد ہیں، قرآن کریم نے اس طریقے کا ذکر یوں کیا ہے :

منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارةً أخرىٰ. (۱)

ہم نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جائیں گے اور قیامت کے روز پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے۔

مُردوں کو دفن کرنے کے فوائد کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر ''تفسیر عزیزی: ۷۵تا۷۷ پارۂ عم میں قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے، جسے اپنے مقام پر دیکھا جا سکتا ہے، تاہم سائنسی نقطۂ نظر سے یہ بات اہم ہے کہ ایسی شکل میں جہاں آدمی فضول خرچی سے بچتا ہے، وہیں فضائی آلودگی اور آبی آلودگی سے بھی حفاظت ہوتی ہے، جب کہ اس کے بالمقابل مُردوں کو جلانے اور اس کی راکھ کو پانی میں بہا دینے میں، جیسا کہ ہندوستان سے لے کر یورپی ممالک تک میں یہ عمل جاری ہے، اقتصادی اور ماحولیاتی نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چنانچہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایک آدمی کو جلانے میں کم از کم دو کنٹل لکڑی کی ضرورت پڑتی ہے اور اوسطاً روزانہ ہندوستان جیسے بڑے ملک میں پانچ

(۱) سورۂ طٰہٰ:۵۵

ہزار کی شرح اموات مان لی جائے تو دوسو روپئے فی کنٹل کے حساب سے دس ہزار کنٹل لکڑی کی قیمت دس لاکھ روپئے ہوگی، جو یوں ہی جل کر راکھ بن جائے گی اور کسی کے کچھ کام نہیں آسکے گی، جو اقتصادی اور معاشی نقطۂ نظر سے پسندیدہ چیز قرار نہیں دی جاسکتی اور اسی کے ساتھ دھوئیں کی کثافت (کاربن ڈائی آکسائیڈ) ماحولیات کا مسئلہ پیدا کرتی رہے گی، جو زندہ انسانوں کی صحت کے لئے سخت مضر چیز ہے، جب کہ دفن کر دینے میں ایسا کوئی مسئلہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ مختلف صورتوں میں اس کی افادیت اور فیض رسانی ہر ایک کے لئے نا قابل فراموش حقیقت ہے۔

الغرض تدفین کا اسلامی طریقہ، فضائی اور آبی آلودگی کے اسباب وذرائع کے لئے قدغن ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے — دشمنوں — کو جلانے سے منع فرمایا اور قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ آگ کا عذاب صرف اللہ تعالیٰ ہی دے گا، بخاری کی روایت ہے:

> إن وجدتم فلاناً وفلاناً حرقوهما بالنار لم ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين اردفنا الخروج إني أمرتكم أن تحرقوا فلاناً وفلاناً وإن النار لا يعذب بها إلا الله فإن وجدتموهما فاقتلوهما . (۱)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے تھے، آپ نے انھیں آگ میں جلا دیا، جب اس واقعہ کی خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی، تو فرمایا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو جلاتا نہیں؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اللہ جیسا عذاب مت دو (آگ میں مت جلاؤ) بلکہ قتل کر دیتا؛ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے دین میں تبدیلی پیدا کرے اسے قتل کر دو۔

---

(۱) بخاری: ۱/۴۲۳، باب لا يعذب بعذاب الله

حدیث کے الفاظ ہیں :

عن عکرمة أن علیاً حرق قوماً فبلغ ابن عباس فقال لو کنت أنا لم أحرقهم لأن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال : لا تعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتهم کما قال النبی صلی اللہ علیه وسلم من یبدل دینه فاقتلوه . (۱)

آلائش کو دفن کرنے کا حکم

جن چیزوں سے ماحول پراگندہ اور فضا متاثر ہوتی ہے، ان چیزوں کو آبادی کے قریب یا باہر سطح زمین پر رکھنا اسلام کے مزاجِ نظافت کے مغائر ہے، آپ ﷺ نے ناک سے نکلنے والی آلائش کو دفن کرنے کا حکم دے کر فضاء کو آلودہ کرنے سے بچانے کی بنیادی اور اُصولی تدبیر پیش کی ہے، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول : إذا تنخم احدکم فلیغیب نخامته ، لا تصیب جلد مؤمن أو ثوبه (رواہ البزار ورجاله ثقات) . (۲)

اسی طرح فقہاء نے خواتین کو ماہواری کے زمانے کے آلودہ کپڑوں کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ جس مذہب نے آلائش جیسی معمولی تکلیف دہ چیز کو اتنا وزن دیا ہو، وہ فضائی آلودگی پھیلانے والے آج کے نت نئے اسباب کو کیسے برداشت کرسکتا اور سند جواز فراہم کرسکتا ہے؟ جو سراپا تباہی وبربادی کے اسباب ہیں۔

---

(۱) بخاری:۱/۴۲۳،باب لا یعذب بعذاب اللہ

(۲) مجمع الزوائد:۸/۲۱۲

درختوں کو کاٹنے کی ممانعت

تحفظ ماحولیات میں جنگلات اور درختوں کا جو کردار ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے، وہ مختلف اسباب سے پیدا ہونے والی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے حیوانات کی حفاظت کا سامان فراہم کرتے اور فضاء میں توازن برقرار رکھتے ہیں، فضائی آلودگی میں اضافے کا ایک سبب جنگلات کی کمی اور اس کا کٹاؤ بھی ہے، عرب میں عام طور پر ببول اور بیری ہی کے درخت ہوا کرتے تھے، آپ ﷺ نے بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ اس کو کاٹنے والے اوندھے منہ جہنم میں جائیں گے۔

إن الـذيـن يـقـطعون السدر يصبون في النار على وجوهم صباً (رواه الطبراني في الاوسط) . (۱)

یعنی درختوں اور جنگلات کا موجودہ کٹاؤ اسلامی نقطۂ نظر کے خلاف ہے۔

قاضی ابو یوسفؒ کا فتویٰ

قرآن کریم اور آپ کی تعلیمات اور عمل کا ہی نتیجہ تھا کہ مسلمان دورِ اول ہی سے پاکی کو کافی اہمیت دیتے تھے، مسلمانوں کے دورِ حکومت میں آلودگی سے پاک تہذیب وتمدن کا دور دورہ تھا، بازار میں فروخت ہونے والی غذاؤں اور مشروبات کی صفائی ستھرائی، حفظانِ صحت کی نگرانی اور اسلامی ضابطۂ اخلاق کے مطابق تجارتی سرگرمیوں کے نظم کے لئے اگر بازار میں جمع کیچڑ سے گاہکوں اور مال واسباب کو نقصان پہنچنے لگے تو ساکنین بازار کو اسے صاف کرنے کے لئے کہا جائے، مسلم معاشرہ فضائی آلودگی کے معاملے میں بھی حد درجہ محتاط تھا اور اسے روکنے کی تدابیر بھی کی گئی تھیں، حضرت قاضی ابو یوسفؒ نے فتویٰ دیا تھا کہ ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے کسی پڑوس کو اپنا گھر حمام میں تبدیلی کرنے یا اس کے دھویں سے دوسروں کو تنگ کرنے سے روک دے۔(۲)

---

(۱) مجمع الزوائد:۲۱۴/۸،کتاب الأدب

(۲) تطہیر ماحول اور اسلام کے معمولات ''محمد طارق السلیمان''بحوالہ آیات جنوری ۱۹۹۱ء صفحات:۱۱۳-۱۱۵

ایک روایت کے مطابق امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
نے ایک لوہار کی دکان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا تھا؛
کیوں کہ وہ پریشان کن آلودگی کا سبب بنی ہوئی تھی۔(۱)

اسلامی اُصول

اسی طرح اسلام کا ایک جامع اُصول ''لاضـرر ولاضرار '' ہے،(۲) جو اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسے اسباب فراہم نہ کئے جائیں، جو کسی بھی درجے میں اپنی ذات یا انسانیت کے لئے نقصان دہ ہوں، صنعتی فضلات کا بکثرت اخراج، ٹریفک کی بہتات، مہلک ہتھیاروں کی تیاری اور ان سے جنم لینے والی زہریلی گیسوں کی کثرت اور ان کے نتیجے میں تباہ کن بیماریوں کا ظہور، یہ اسلامی نقطۂ نظر کے خلاف ہے، اس لئے کہ اسلام نے کبھی بھی اس بات کی اجازت نہیں دی کہ کسی مخلوقِ خدا کو گزند پہنچائی جائے ؛ بلکہ اس کے برخلاف راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینے کو ایمان کا شعبہ قرار دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے :

الایـمـان بـضـع وسبـعون شعبة فأفضلها قول لا إله الا الله وأدنـاه إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان (متفق عليه) . (۳)

ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں، ان میں افضل کلمہ لا الہ الا اللہ اور ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، حیاء ایمان کا ایک جزء ہے۔

---

(۱) تطہیر ماحول اور اسلام کے معمولات ''محمد طارق السلیمان''، بحوالہ آیات جنوری ۱۹۹۱ء صفحات: ۱۱۳-۱۱۵

(۲) رواه الطبرانی فی الاوسط عن عائشةؓ عن النبیؐ ، مجمع الزوائد: ۱۲۶/۸

(۳) مشکوٰۃ مع المرقاۃ: ۶۸/۱-۷۰

آپ ﷺ نے مؤمن کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرمایا ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ''،(۱) یعنی صحیح معنی میں مسلمان وہ شخص ہے، جس کی زبان اور ہاتھ (شر) سے مسلمان محفوظ رہیں۔

یہ بھی ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ آج دنیا میں اسلحوں کے استعمال سے قیامت برپا ہے، تقریباً دنیا کے ہر ملک میں ہی قتل وخون کا بازار گرم ہے، کیمیائی وغیر کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال کے باعث سینکڑوں جانیں روزانہ تلف ہورہی ہیں، اسلام کی نظر میں یہ چیز بے حد مذموم اور مبغوض ہے، جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے ایک انسانی نفس کی ہلاکت کو ساری انسانیت کی ہلاکت قرار دیا ہے اور ایک انسان کی حفاظت کو ساری انسانیت کی حفاظت، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

من أجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انه من قتل نفساً بغیر نفس أو فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ، ومن احیاها فکانما أحیا الناس جمیعاً . (۲)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچالیوے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا۔ (بیان القرآن)

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) بخاری: ۶/۱ (۲) المائدۃ: ۳۲

پانچواباب

صوتی آلودگی — نوعیت مسئلہ اور اسلامی تعلیمات

صوتی آلودگی ،نوعیت مسئلہ اور اسلامی تعلیمات

صوتی آلودگی ماحولیاتی آلودگی کی ایک قسم ہے، یعنی آوازوں کے ضرورت سے زیادہ بڑھ جانے سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، کارخانوں اور فیکٹریوں سے بلند ہونے والی آوازیں ،ٹریفک کی گھن گرج ، گانے باجے سے اُٹھنے والا شور فضاء کی بلندیوں پر اُڑنے والے جہازوں کی نیند اُڑا دینے والی بھیانک آوازیں،صوتی آلودگی کے اسباب ہیں۔

آج سائنسی ترقیوں کے نتیجے میں چرند و پرند کے دھیمے سروں اور رومانی آوازوں کی جگہ مشینوں کے شور وغل ، کھیت کھلیانوں کی جگہ کارخانے درختوں کی بجائے فلک بوس عمارتیں اور جنگلات کی بجائے شہر پھیل گئے ہیں، بیل گاڑیوں کی جگہ موٹر کار، ریل اور جہاز نے لے لی ہے۔

گھر کی چار دیواری ہو یا دفتر، دکان ہو یا کارخانہ،سفر ہو یا حضر گنجان آباد علاقہ ہو یا شہر کی چہل پہل ہر جگہ آوازوں کا اتنا شدید دباؤ ہے کہ ذہن اپنی فطری صلاحیتوں سے عاری ہوتا جارہا ہے، گانے باجوں سے جہاں اخلاقی تخریب کاری ہورہی ہے، وہیں ان کی تیز آوازیں تکلیف کا بھی باعث بن رہی ہیں، جب آوازوں کی طاقت **Db 80** سے بڑھ جاتی ہے،تو انسانی طبیعت نہ صرف یہ کہ مکدر ہو جاتی ہے؛ بلکہ ذہنی تناؤ(**Tension**) پیدا ہوجاتا ہے اسی طرح سانس لینے میں دشواری ، ذہنی ارتعاش ، عارضہ قلب ، گھبراہٹ ، سماعت کی شکایت ، متلی وقئے ، جلد کی سوزش ، بہرہ پن ، اختلاج ، بے چینی ، چڑ چڑاہٹ اور بدزبانی کی کیفیت وغیرہ سب آواز کے دباؤ کا ہی نتیجہ ہیں ،مختلف آوازوں کے اُتار چڑھاؤ کی مقدار یوں بیان کی گئی ہے :

پتوں کی پازیب	:	10 Db
ہلکی ٹریفک	:	70 Db
ریل گاڑی	:	90 Db
ہوائی جہاز	:	120 Db

انسان کے لئے عام طور پر 80 Db کا شور 8 گھنٹہ، 90 Db کا 4 گھنٹے، 95 Db کا 2 گھنٹے، 100 Db کا ایک گھنٹہ، 105 Db کا آدھا گھنٹہ، 110 Db کا 1/4 گھنٹہ، 115 کا 1/8 گھنٹے سے زیادہ نقصاندہ اور اذیت ناک ہے، روزمرہ کی زندگی میں رہائشی علاقوں میں شور کا اُتار چڑھاؤ دن کے وقت 50 Db شام کے وقت 45 Db اور رات کے وقت 40 Db سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے،(۱) مگر سائنسی ایجادات نے ان حدوں کو توڑ دیا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج صوتی آلودگی کا مسئلہ ماحولیاتی مسئلہ بن گیا ہے اور اب سائنس دان کارخانوں اور مشینوں میں تخفیف آواز کے لئے آواز کم کرنے والے آلات (Anti Noise Devices) لگانے کے لئے کوشاں ہیں۔

اسلامی تعلیمات

یوں تو اعتدال پسندی اور میانہ روی اسلام کا خاص امتیاز ہے، زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق احکامات میں اس کی جھلک ملتی ہے، قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ نے بار بار اسراف اور تبذیر سے منع کیا ہے، تاہم قرآن اور حدیث رسول ﷺ میں خصوصیت کے ساتھ ایسی ہدایات ملتی ہیں، جن سے آوازوں میں تخفیف اور میانہ روی کی تعلیم اور بلند و تیز آواز کی مذمت ظاہر ہوتی ہے، قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے :

واقصد فی مشیک واغضض من صوتک إن أنکر الأصوات لصوت الحمیر . (۲)

---

(۱) قرآن اور ماحولیات:۱۹۳ (۲) لقمان:۱۹

اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر،
بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز
ہے۔(بیان القرآن)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو دھیمی اور میٹھی آواز میں گفتگو کرنے کی تعلیم دی اور بھونڈی اور تیز آواز میں گفتگو کرنے کو گدھے کی ناپسندیدہ آواز قرار دیا، آپ ﷺ ایسے شخص کو ناپسند فرماتے تھے، جس کی آواز بلند اور رفیع ہو اور ایسے شخص کو محبوب رکھتے تھے، جس کی آواز پست اور درمیانی ہو، حدیث کے الفاظ ہیں :

عن ابی أمامة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یکره ان یری الرجل جهیراً رفیع الصوت ، وکان یحب أن یراه خفیض الصوت (رواه الطبرانی) . (۱)

اسی طرح زیادہ بک بک کرنے اور اول فول بکنے کو ناپسند فرماتے ہوئے اسے دل کی قساوت اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب قرار دیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تکثر الکلام بغیر ذکر الله فإن کثرة الکلام قسوة للقلب وإن أبعد الناس من الله القلب القاسی . (۲)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دربار رسالت میں بلند آواز میں گفتگو کرنے سے منع کیا گیا :

یا ایها الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی . (۳)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔

---

(۱) مجمع الزوائد:۸/۲۱۱،کتاب الادب (۲) ترمذی:۲/۶۶،باب ماجاء فی حفظ اللسان
(۳) الحجرات:۲

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ جب آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ گفتگو کرتے کہ آپ ﷺ ان کی گفتگو نہ سن پاتے تو دوبارہ استفسار فرماتے :

قال ابن الزبير فما كان عمر يسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يستفهمه . (۱)

آپ ﷺ کی یہ حدیث بھی بہت مشہور و معروف ہے کہ جس نے خاموشی اختیار کی اسے نجات مل گئی :

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صمت نجا . (۲)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کے درست اور صحیح استعمال کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

عن سهل بن سعد قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من يتوكل لي ما بين لحييه وما بين رجليه ، أتوكل له بالجنة . (۳)

اسی طرح نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی اور بلند آواز سے قرأت کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا :

يا ابن حذافة لا تسمعني وسمع ربك . (۴)

اے ابن حذافہ! مجھے مت سناؤ اپنے رب کو سناؤ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرتے تو وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے اور جب حضرت عمر

---

(۱) بخاری:۲/۷۱۸،باب لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی الآية

(۲) اخرجه احمد:۲/۱۵۹-۱۷۷،والدارمی:۲/۲۹۹ (۳) ترمذی:۲/۶۶

(۴) احمد والبزار ، مجمع الزوائد:۲/۵۴۴

فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے، تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، پھر جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے گذرا تم دھیمی آواز میں نماز پڑھ رہے تھے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے سن لیا ہے، جس سے میں مناجات کررہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہارے قریب سے گذرا، تم بلند آواز میں نماز پڑھ رہے تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سونے والوں کو جگا رہا تھا، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''أرفع من صوتک شیئاً'' (اپنی آواز تیز رکھو) اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اخفض من صوتک شیئاً'' (اپنی آواز پست رکھو)۔(۱)

مذکورہ احادیث کا حاصل یہ ہے کہ آوازوں کی دنیا میں ہنگامہ آرائی کے بجائے میٹھی اور مدھم بول بولی جائے تا کہ لوگ چین وسکون کی زندگی بسر کریں اور صوتی آلودگی سے جنم لینے والی متنوع الاقسام بیماریوں سے محفوظ رہیں۔

بازار جو شور وغل اور چیخ و پکار کا اڈہ ہے، اسلام نے اسے روئے زمین پر سب سے خراب اور قابل نفرت جگہ قرار دیا ہے، جب کہ مساجد جو سکون وراحت اور فرحت واطمینان کی جگہ ہے، اسے سب سے بہترین جگہ مانا ہے، ایک حدیث میں ہے :

أحب البلاد الی الله مساجدها أبغض البلاد الی الله اسواقها . (۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات، جو فطرتِ سلیمہ کی ترجمان ہیں، صوتی آلودگی کے اسباب وذرائع کے لئے ضرب کاری اور نفس انسانی کے تحفظ کی ضمانت ہیں، کاش اہل دنیا کی سطح بین نگاہیں حقیقت تک رسائی حاصل کر پاتیں۔

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) مشکوٰۃ: ۱/۱۰۷، ابوداؤد، والترمذی نحوہٗ (۲) ابن خزیمہ: ۲/۲۶۹

چھٹا باب

تحفظ ماحولیات اور نباتات وحیوانات

تحفظ ماحولیات میں نباتات کا کردار

پیڑ پودے اور جنگلات تحفظ ماحولیات کے باب میں خاص اہمیت رکھتے ہیں، اس لئے کہ حیوانات اور صنعتی کارخانوں اور دیگر انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ و ہائیڈروجن وغیرہ کو جذب کرکے آکسیجن میں تبدیل کرنے کا کام بھی یہی جنگلات اور پیڑ پودے کرتے ہیں، اسی وجہ سے ماہرین درختوں اور پیڑ پودوں کو آکسیجن کی فیکٹریاں کہتے ہیں، اب تک نباتات کی 250,000 اقسام دریافت ہوچکی ہیں، ماہرین کے مطابق ان جنگلات میں جس قدر کمی واقع ہوتی جائے گی، اسی قدر کاربن ڈائی آکسائیڈ میں اضافہ ہوتا رہے گا، جس کے نتیجے میں عالمی حرارت میں اضافہ اور اوزون کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے باشندگان عالم میں بیماریوں کا پھیلاؤ عام ہوجائے گا، پھر پورا عالم کربناک بیماریوں اور خطرناک بلاؤں کے چنگل میں ہوگا۔

آج دنیا اسی صورتِ حال سے دوچار ہے کہ ایندھن، عمارتی تزئین، اور اسمگلنگ نیز آبادی بسانے کے لئے جنگلات کے کٹاؤ (صفایا) اور شجرکشی سے دنیا کے بہت سے ممالک جنگلات کے ان فوائد اور صحت مند اثرات سے محروم ہورہے ہیں، حیوانات کی 70 فیصدی تعداد ان ہی جنگلات میں بستی ہے، جنگلات کے خاتمے کے نتیجے میں ہم حفظانِ صحت کے تعلق سے ان قیمتی جانوروں سے بھی محروم ہورہے ہیں۔

جنگلات کے خاتمے کے سلسلے میں ''عالمی کمیشن برائے جنگلات اور دوامی ترقیات'' (WCFSD) نے یہ انکشاف کیا ہے کہ 25 ممالک میں جنگلات حقیقی طور پر غائب ہوگئے ہیں، 18 ملکوں میں اب تک 95 فیصد سے زائد جنگلات تباہ ہوچکے ہیں، 20 ویں

صدی کے آخری دوعشروں میں سالانہ طور پر دنیا میں 1 تا 1.5 ہیکٹر جنگلات تباہ ہوتے رہے ہیں، اس صدی کے اواخر تک امریکہ میں تقریباً 800 نباتاتی جنس عنقا اور ناپید ہو جائیں گے اور روئے زمین پر تمام جنسوں کا 20 تا 25 فیصد حصہ آئندہ 30 تا 40 سالوں تک غائب ہو جائے گا۔(۱)

اگر شجر کشی اور جنگلات کی تباہی کا یہ سلسلہ زور وشور سے یونہی جاری رہا تو 2085ء تک دنیا (Tropical Forest) سے بالکل محروم ہو جائے گی، (۲) اور اس کے نتیجہ میں جو بھیانک تباہی و بربادی ہوگی، اس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے گی۔

خود کردہ را علاج نیست

اسلامی تعلیمات

درختوں اور پیڑ پودوں سے بھرے جنگلات کی اہمیت کس قدر اور کس درجہ ہے، اس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار متعدد زاویے سے اس اہمیت کا ذکر کیا ہے، ایک جگہ اناج، سبزہ اور گھنے باغات کی پیدائش کو یوں بیان کیا گیا ہے :

وانزلنا من المعصرات ماءً ثجاجاً لنخرج به حباً ونباتاً وجنت الفافاً . (۳)

ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔

مختلف قسم کے نباتات کے تعلق سے ارشاد ہے :

وانزل من السماء ماءً فاخرجنا به أزواجاً من نبات شتىٰ . (۴)

---

(۱) روزنامہ منصف، حیدرآباد، ۲۹/ اگست: ۲۰۰۱ء (۲) قرآن اور ماحولیات: ۱۳۰
(۳) سورہ النباء، آیت: ۱۴-۱۶ (۴) سورۂ طٰہٰ، آیت: ۵۳

اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے اقسام
مختلفہ کے نباتات پیدا کئے ۔(بیان القرآن)

پھلوں کو پیدا کرنے کے بارے میں یوں مذکور ہے :

الم تر أن الله انزل من السماء ماءً فاخرجنا به ثمرات مختلفاً الوانها .(۱)

کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے
پانی اُتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف رنگتوں کے پھل
نکالے ۔(بیان القرآن)

اللہ جل شانہ نے نباتات کے ذریعے انسان اور حیوانات کے رزق کا انتظام فرمایا ہے اس سلسلے میں اللہ کا ارشاد ہے :

والارض بعد ذلک دحٰها أخرج منها مآء ها ومرعٰها والجبال ارسٰها متاعاً لكم ولانعامكم . (۲)

اور اس کے بعد زمین کو بچھایا، اس سے اوپر پانی اور چارہ نکالا
اور پہاڑوں کو قائم کر دیا، تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ
پہنچانے کے لئے ۔(بیان القرآن)

میوے اور کھجور، اناج اور خوشبودار پھول کی افادیت کے پیش نظر خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا ہے :

فيها فاكهة والنخل ذات الاكمام والحب ذوالعصف والريحان . (۳)

---

(۱) سورۂ فاطر، آیت:۲۷ (۲) سورہ النازعات، آیت:۲۹-۳۳

(۳) سورہ رحمٰن، آیت:۱۱-۱۲

کہ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں، جن پر غلاف
ہوتا ہے اور غلہ ہے جس میں بھوسہ ہوتا ہے اور غذا کی چیز ہے۔

کھیتوں کی اہمیت اور اپنے فضل و کرم کو جتلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

افرء یتم ما تحرثون ء انتم تزرعونه ام نحن الزارعون لو نشآء لجعلنٰه حطاماً فظلتم تفکهون .(۱)

اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے
والے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کردیں پھر تم متعجب
ہو کر رہ جاؤ۔ (بیان القرآن)

مذکورہ آیات قرآنیہ سے نباتات کی اہمیت بخوبی اُجاگر ہوتی ہے، جس کا تقاضا تھا کہ ان کے استعمال میں اسراف اور بے جا استعمال سے گریز کیا جاتا؛ مگر قدر ناشناسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا ان کے فوائد سے محروم ہو کر از خود مصیبتوں میں گرفتار ہو رہی ہے۔

اسلام نے درختوں کی حفاظت اور شجر کاری کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، آپ ﷺ نے درخت کی حفاظت کے سلسلے میں خصوصی ہدایت دی اور شجر کاری کی ترغیب بھی دی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ، مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایہ کھائے، تو وہ اس کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے، بخاری شریف کی روایت ہے :

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیه وسلم مامن مسلم غرس غرساً فأکل منه انسان أو دابة الا کان له صدقة . (۲)

مسلم شریف کے الفاظ ہیں :

لایغرس مسلم غرساً ولایزرع زرعاً فیأکل منه إنسان ولا

---

(۱) سورۂ واقعہ، آیت: ۶۳-۶۵

(۲) بخاری: ۸۸۹/۲، باب رحمة الناس والبهائم: ۳۱۲/۲، باب فضل الزرع والغرس إذا اکل منه

دابة ولا شئ إلا كانت له ، صدقة . (۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے :

مامن مسلم يغرس غرساً الا كان ما أكل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة وما أكل السبع فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو صدقة ولا يرزؤه احد الا كان له صدقة .(۲)

یہی وجہ ہے کہ علماء نے سب سے پاکیزہ، عمدہ اور افضل ترین پیشہ کاشتکاری کو قرار دیا ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں :

وقد اختلف العلماء فى أطيب المكاسب وأفضلها ؛ فقيل التجارة ، وقيل الصنعة باليد ، وقيل الزراعة ، وهو الصحيح . (۳)

اسی لئے بعض صحابہ خاص اہتمام سے درخت لگایا کرتے تھے، امام احمدؒ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ خاص اسی نیت سے درخت لگایا کرتے تھے۔(۴)

اسلام میں اُفتادہ زمین کا حکم

یہی وجہ ہے کہ اسلام شجرکاری یا زراعت پر زبانی طور پر ہی نہیں ؛ بلکہ عملی طور پر اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا اور اس کے مواقع بھی دیتا ہے، چنانچہ سرکاری اراضی کے بارے یہ اُصول مقرر ہے کہ جو شخص بھی اس میں کاشت کرنا چاہے، حکومت کی اجازت سے کرسکتا ہے۔(۵)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، جس کسی نے ایسی زمین کو آباد کیا، جو کسی کی ملکیت نہیں ہے، تو وہ شخص اس کا زیادہ حق دار ہے، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے

(۱) مسلم:۲/۱۵ (۲) مسلم:۲/۱۵، باب فضل الغرس والزرع

(۳) شرح نووی علی ہامش صحیح مسلم:۲/۱۵، باب فضل الغرس والزرع

(۴) مجمع الزوائد:۴/۶۷-۶۸ (۵) ابوداؤد

ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں یہی فیصلہ دیا، روایت کے الفاظ ہیں :

عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من أعمر أرضاً لیست لأحد فهو أحق ، قال عروة : قضی به عمر فی خلافته . (۱)

اگر کوئی شخص ایسی اراضی قبضہ میں لے کر پھر اسے آباد کرنا چھوڑ دے، تو زمین اس سے لے کر دوسرے کے حوالہ کردی جائے گی؛ تا کہ وہ اس میں کھیتی کرے۔(۲)

جہاں آپ ﷺ نے شجر کاری اور زراعت کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، وہیں آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ درخت بلاضرورت کاٹے جائیں، اس زمانے میں عرب ریگستانوں میں زیادہ تر بیری اور ببول کے درخت ہوتے تھے، آپ ﷺ نے بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ، اس کو کاٹنے والے اوندھے منھ جہنم میں جائیں گے، حدیث کے الفاظ ہیں :

ان الذین یقطعون السدر یصبون فی النار علی وجوههم صباً (رواه الطبرانی فی الاوسط) . (۳)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے کاٹنے والے پر لعنت بھیجی ہے :

أخرج فناد فی الناس لعن الله قاطع السدر . (رواه الطبرانی فی الاوسط) (۴)

عرب ریگستانی علاقہ تھا، لوگ دور دراز علاقوں سے خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کے لئے مکہ آتے، لوگوں کا بڑا مجمع ہوتا؛ اس لئے مکہ میں ماحولیات کی حفاظت کا انتظام بھی فطرتاً ضروری تھا، چنانچہ اسلام نے حرم مکہ اور مدینہ کے درختوں اور سبزہ زاروں کو کاٹنے اور جانوروں کو مارنے کی ممانعت کردی؛ تا کہ ماحولیات کا تحفظ بصورت اتم ہو سکے، قریب وبعید سے آنے والے حجاج کرام اور زائرین، ماحولیاتی آلودگی کے مضر اثرات سے محفوظ رہ

---

(۱) بخاری:۲/۳۱۴ (۲) خلاصۃ الفتاویٰ:۴/۳

(۳) مجمع الزوائد:۸/۲۱۴، کتاب الادب (۴) مجمع الزوائد:۸/۲۱۴

سکیں، ترمذی کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا :

ان مكة حرمها الله تعالیٰ ولم يحرمها الناس ولا يحل لإمرئٍ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسفك فيها دماً أو يعضد بهاشجرة . (۱)

حضرت سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ کے دوسیاہ پہاڑوں کے درمیان کے پیڑ پودوں کو کاٹنے اور شکار کرنے کو حرام کرتا ہوں۔

روایت کے الفاظ ہیں :

عن سعد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إني أحرم ما بين لا بتى المدينة أن يقطع عضاها او يقتل صيدها . (۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم مابين لابتي المدينة ، قال ابوهريرة فلو وجدت الظباء مابين لابتيها ما ذعرثها وجعل اثنى عشر ميلاً حول المدينة حمى . (۳)

یہاں تک کہ جنگ میں بھی اسلام نے کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے کو ناپسند کیا ہے، قرآن مجید نے ایسے سرکش فاتحین کی مذمت کی ہے، جو کسی علاقے پر غلبہ پانے کے بعد وہاں کے کھیتوں کو تباہ وبرباد کرتے ہیں :

واذا تولى سعى فى الارض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل . والله لايحب الفساد . (۴)

اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کردے اور (کسی کے) کھیت یا مویشی کو تلف

---

(۱) موسوعۃ الحدیث، جامع ترمذی: ۱۷۲۷، حدیث نمبر: ۸۰۹، نسائی: ۲/۲۴ (۲) مشکوٰۃ: ۱/۲۳۹

(۳) مسلم: ۲/۱۰۰۰، ط: دار عالم الکتب، بیروت، رقم الحدیث: ۱۳۷۲ (۴) سورۂ بقرہ، آیت: ۲۰۵

کردے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔

اس آیت کے تحت امام قرطبیؒ لکھتے ہیں :

دلت الآیة علی الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملاً علی الزرع وطلب النسل وهو نماء الحیوان وبذلک یتم قوام الإنسان . (۱)

یعنی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت اور درخت وغیرہ لگانا چاہئے اور طلب نسل یعنی حیوانات کی نشو ونما کے طریقوں کو بھی اپنانا چاہئے کہ ان سے انسان کی خوراک کی ضرورت پوری ہوتی ہے جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے مجاہدین اسلام کو خاص طور پر درختوں اور کھیتوں کو برباد کرنے سے منع فرمایا کہ یہ خشک سالی میں جانوروں کی زندگی کی ضمانت ہیں :

نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن عقر الشجر ؛ فانه عصمة للدواب فی الجدب . (۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے کھجور کے باغات ہرگز نہ کاٹے جائیں اور نہ جلائے جائیں، '' **لاتعقرن نخلاً ولا تحرقنها** ''۔(۳)

باب کے تعلق سے یہ عرض کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جس شہر کو آپ ﷺ ہجرت کرنے والے تھے، جہاں آپ ﷺ کی زندگی کا اچھا خاصا حصہ گزرنے والا تھا اور جہاں سے مملکت اسلامی کا قیام (آغاز) اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ عمل میں آنے والا تھا، اس شہر کو

---

(۱) الجامع لأحکام القرآن:۱۸/۳

(۲) مصنف عبدالرزاق:۲۰۱/۵،باب عقرالشجر بارض العدو من کتاب الجهاد

(۳) مصنف عبدالرزاق:۱۹۹/۵،باب عقر الشجر بارض العدو ، مصنف ابن ابی شیبه:۳۸۳/۱۲-۳۸۴،باب من ینهی عن قتله فی دارالحرب من کتاب الجهاد ، مؤطا امام مالک :۴۴۷/۲-۴۴۸

قدرتی طور پر کھجوروں کے ہر بھرے اور گھنے باغات سے آراستہ کیا اور بہترین موسم اور آب وہوا سے زینت دی گئی تھی، چنانچہ ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا :

انی قد رأیت دار ھجرتکم انی رأیت داراً سبخةً ذات نخل بین لا بتین وھما الحرتان . (۱)

میں نے تمہاری ہجرت کی جگہ دیکھی ہے، وہ دوسیاہ پہاڑوں کی بیچ شوریدہ اور کھجوروں والی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو (جو ایک یہودی کے غلام تھے) جب ایمان لائے تو فرمایا کہ تم اپنے آقاء سے مکاتبت کا معاملہ کرلو، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے معاملہ طے کرلیا، بدل کتابت میں آقا نے ان پر لازم کیا کہ وہ چالیس اوقیہ ادا کریں اور کھجور کے تین سو درخت لگائیں جب تمام درخت لگ جائیں اور کوئی سوکھے نہیں، تو وہ آزاد ہیں، جب معاملے کی تفصیلات کا علم آپ ﷺ کو ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعلان کیا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی وسعت کے بقدر کھجور کے پودے دیئے یہاں تک کہ تین سو پودے پورے ہوگئے، آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پودوں کو لگانے کے لئے زمین تیار کرو، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد سے زمین تیار کی، جب زمین تیار ہوگئی تو حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی، آپ ﷺ تشریف لائے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک ایک پودہ دیتے اور آپ اپنے دست مبارک سے اسے زمین میں لگاتے جاتے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

فجعلنا تقرب له الودی ویضعه رسول اللہ صلیه علیه وسلم بیده . (۲)

---

(۱) مصنف عبدالرزاق: ۵/ ۳۸۷، باب من ھاجرہ الی الحبشة

(۲) مسند احمد بن حنبل: ۵/ ۵۵۱، حدیث نمبر: ۲۳۷۳۲/ ۳۵

اس طرح تین سو پودے تیار ہو گئے اور چالیس اوقیہ کا نظم یوں ہوا کہ سونے سے بھرا ایک تھیلہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ نے وہ تھیلہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے بدل کتابت ادا کر دو، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے اسے تولا تو بخدا وہ چالیس اوقیہ تھا، اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آزاد ہو گئے ، الحاصل شجر کاری آپ ﷺ کی سنت اور درختوں اور جنگلات کو کاٹنا آپ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات کے خلاف ہے، قربان جائیے اسلام کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت تعلیمات پر کہ اس نے کسی بھی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا۔

تحفظ ماحولیات میں حیوانات کا کردار

جانداروں کی دنیا (Animal King Dom) بہت وسیع ہے، اس کی وسعت کا اندازہ لگانا اگر ممتنع نہیں ہے، تو ناممکن ضرور ہے، حیوانات کی 70 فیصدی تعداد جنگلوں میں رہتی ہے اور بعض جانوروں کی اقسام انسانی آبادی میں گھل مل کر رہتی ہیں، جن سے انسان اپنی متعدد بلکہ بے شمار ضرورتیں پوری کرتا ہے، دودھ، سواری، بار برداری، گوشت اون اور حرارت وغیرہ بے شمار فوائد کے حصول کے لئے ان ہی جانوروں کا سہارا لیا جاتا ہے، قرآن مجید نے ان منافع کو بہت سی جگہوں پر اجمالاً اور تفصیلاً ذکر کیا ہے، سورہ نحل میں ہے :

والانعام خلقها لكم فيها دف ومنافع ومنها تأكلون ولكم فيهـا جـمـال حين تريحون وحين تسرحون وتحمل أثقالكم الى بلد لم تكونوا بلغيه الا بشق الا نفس إن ربكم لرؤف رحيم والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلف ما لاتعلمون . (۱)

اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جب کہ شام کے وقت لاتے ہو اور جب کہ صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں، جہاں تم بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ سکتے تھے، واقعی تمہارا رب بڑی

(۱) سورہ نحل، آیت: ۵-۸

شفقت اور رحمت والا ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے
تا کہ تم ان پر سوار ہو نیز زینت کے لئے بھی اور وہ ایسی ایسی چیزیں
بناتا ہے، جن کی تم کو خبر بھی نہیں۔(بیان القرآن)

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشٰربین .(۱)

اور تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے، ان کے پیٹ میں
جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان میں صاف اور گلے میں
آسانی سے اترنے والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں۔

اور سورہ زخرف میں ہے :

والذی خلق الازواج کلھا وجعل لکم من الفلک والانعام ماترکبون . (۲)

اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے
بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔(بیان القرآن)

جہاں جانوروں کے اوپر ذکر کئے گئے متعدد فوائد ہیں، وہیں ماحولیات کے تحفظ میں بھی ان کا اہم کردار ہے؛ چنانچہ بہت سے ایسے زہریلے جانور ہیں، جو فضاء میں موجود زہریلی گیسوں کو پی لیتے ہیں، اگر یہ جانور نہ ہوں تو انسان زہر آلود سانس لینے کی وجہ سے موت کی نیند سو جائے، ماحولیات کے تحفظ کے لئے جانوروں کی حفاظت بے حد ضروری اور ناگزیر عمل ہے، لیکن مقام افسوس ہے کہ عصر حاضر میں اس حوالے سے لاپرواہی اور بے اعتنائی برتی جارہی ہے، اسی بے توجہی کا نتیجہ ہے کہ جانداروں کی تقریباً 40 سے 40 قسمیں روزانہ ناپید ہورہی ہیں۔

---

(۱) سورہ نحل، آیت:٦٦ (۲) سورہ زخرف، آیت:۱۲

اسلام نے بے ضرر جانوروں کو بلاوجہ مارنے اور محض شوقیہ شکار یا ہلاک کرنے کو بنظر استحسان نہیں دیکھا ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ چوپایوں کے چہروں پر نہ مارو، "ولا تضربوا وجوه الدواب"۔(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو سیاہ اور سخت طبیعت کی ایک اونٹنی عطا کی، اس پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دُعاء کی پھر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ اس سے سواری کا کام لو اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔

عن عائشة قالت : أعطاني رسول الله صلى الله عليه وسلم ناقة سوداء كأنها فحمة صعبة لم تخطم فمسها ثم دعا عليها بالبركة ثم قال : يا عائشة اركبي وارفقي . (۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دشمن کی سرزمین میں پیچھے رہ جانے والے جانوروں کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا :

نهى اذا ابطات دابة فى ارض العدو أن تعقر . (۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ، ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا کہ اسے پیاس کی شدت کا احساس ہوا، اسے ایک کنواں ملا، اس میں اتر کر اس نے پانی پیا پھر اس سے باہر آیا، تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کے مارے مٹی چاٹ رہا ہے، اس شخص نے دل ہی دل میں کہا کہ یہ کتا پیاس کی شدت سے میری ہی طرح نڈھال ہے، لہٰذا وہ کنویں میں اُترا اور موزے میں پانی بھر کر کتے کے منھ میں ڈالا، تو کتے نے پانی پی لیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر

---

(۱) مجمع الزوائد: ۸/۱۹۶، کتاب الادب (۲) رواه البزار، مجمع الزوائد: ۸/۴۳، کتاب الادب
(۳) مصنف عبدالرزاق: ۵/۲۸۹، باب عقر الدواب فی ارض العدو

کرتے ہوئے اس کی مغفرت فرمادی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا رسول الله وان لنا فی البھائم أجراً'' کیا ہمارے لئے جانوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے میں بھی ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فی کل ذات کبدٍ رطبةٍ أجر'' ہر ذی روح کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنے میں ثواب ہے۔(۱)

یہ اسلام میں جانوروں کے ساتھ انسانیت کا ادنیٰ مظاہرہ کرنے کا بدلہ ہے، آج اگر اسلام کی چودہ سو سالہ زندہ تعلیمات کی پیروی کی جائے، تو دنیا تحفظ ماحولیات میں ان کے کردار سے محروم نہیں ہوگی۔

(۱) بخاری:۲/ ۸۸۸-۸۸۹، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم، ایضاً:۲/ ۳۱۸

خوراک پر آلودگی کا اثر

خوراک ہر ذی روح کی ضرورت ہے، خواہ وہ دنیا پر حکمرانی کرنے والا انسان ہو یا بے زبان چوپائیں، جنگلوں میں دھاڑنے والے شیر اور چیتا ہوں یا فضاؤں میں اُڑنے والے چرند وپرند ہر ایک کی بقاء صالح اور صحت بخش خوراک پر ہی موقوف ہے، یہ اور بات ہے کہ، جانوروں کی خوراک کی نوعیت اور ہے اور انسانوں کا رزق اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها ویعلم مستقرها ومستودعها ، کل فی کتٰب مبین . (۱)

اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے، سب چیزیں کتاب مبین میں ہے۔(۲)

جن چیزوں سے خوراک کا تانا بانا تیار ہوتا ہے، وہ نباتات اور حیوانات ہیں، خوراک بننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نباتات کے ساتھ سورج کی شعاعوں، آسمانی بارش اور زرخیز زمین سے نوازا ہے، چوپایوں کا انحصار نباتات پر اور بعض جانوروں کا بعض جانوروں پر ہے، جب کہ انسانی خوراک دونوں پر منحصر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر حیوانوں سے لے کر انسانوں تک ہر ایک کو آلودگی سے پاک اور صاف ستھری خوراک بہم پہنچائی ہے اور اناج

---

(۱) سورہ ہود، آیت:۶ (۲) بیان القرآن

غلے اُگانے کے غیر مصنوعی طریقے بھی سکھلا دیئے ہیں، قرآن مجید میں ہے :

وانزل من السماء ماءً فاخرجنا به ازواجاً من نبات شتی کلوا وارعوا انعامکم ، ان فی ذلک لآیت لاولی النهی .(۱)

اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے ،خود کھاؤ اور اپنے مویشی کو چراؤ ، ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے نشانیاں ہیں۔(بیان القرآن)

سورہ عنکبوت میں ہے :

وکأین من دآبة لاتحمل رزقها الله یرزقها وایاکم . (۲)

اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اُٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی۔(بیان القرآن)

اور سورہ نبأ میں ہے :

وانزلنا من المعصرات ماءً ثجاجاً لنخرج به حباً ونباتاً وجنٰت الفافاً . (۳)

اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔(بیان القرآن)

آج اولاد بنی آدم نے ایک طرف اگر نعمتہائے خداوندی کی ناقدری و ناشکری اور غیر دانش مندانہ استعمال کے جرم کا ارتکاب کیا ہے، تو دوسری طرف خوراک اور اسباب خوراک کو

---

(۱) سورہ طہٰ، آیت:۵۳-۵۴ (۲) سورہ عنکبوت، آیت:۶۰

(۳) سورہ نبأ، آیت:۱۴تا۱۶

آلودہ کر کے خدا کے بے شمار معصوم بندوں کو فاقہ کشی اور زندگی سے تنگ آ کر خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا ہے، آبی فضائی اور زمینی آلودگی کے باعث عالمی پیانے پر خوراک کا شدید بحران پیدا ہو گیا ہے، دنیا کا تقریباً ہر ساتواں آدمی بھوکا ہے، ہر سال خوراک کی کمی کے باعث کئی ملین افراد مر جاتے ہیں۔

اب تو اناج، غلے، جانوروں کے دودھ، گوشت، پھل، سبزیاں سبھی کچھ آلودگی کے باعث مضر اور مہلک ہوتے جا رہے ہیں، بالخصوص کیڑے مار دواؤں کے مرکبات، پارہ، کیڈمیم، سیسہ اور زہریلی دھاتیں خوراک میں شامل ہوگئی ہیں، نیز کیمیائی کھاد اور کیڑے مار دواؤں کے چھڑکاؤ کی وجہ سے زمین کی زرخیزی ختم ہوتی جارہی ہے، جس کے نتیجے میں خوراک کے ذخیرے آئے دن کم سے کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔

خوراک کو آلودہ کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے غیر پسندیدہ اور قطعاً نامناسب فعل ہے، مذہب اسلام نے تو دیگر مخلوقات کی خوراک کو بھی آلودہ کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے، تو بھلا اشرف المخلوقات انسان کی خوراک کو آلودہ اور گندہ کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جنوں کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا، تو انھوں نے کہا :

انــه امتک ان یستنـجـوا بـعظم او روثة او حمة فان الله عزوجل جعل لنا فیها رزقاً . (۱)

یعنی اپنی اُمت کو ہڈی، لید اور کوئلے سے استنجاء کرنے سے منع کر دیجئے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارا رزق بنایا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا، (۲) شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ ہڈی اور کوئلہ جنات کی غذا ہے اور ''لید'' جنات کے جانوروں

(۱) ابوداؤد:۱/۶، باب ماینهی ان یستنجی به

(۲) ابوداؤد:۱/۶،باب ماینهی ان یستنجی به

کی غذا ہے۔(۱)

الغرض آلودگی سے حفاظت کے لئے کاشت کے فطری طریقے کو اپنانا اور ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے کے لئے اسلامی تعلیمات کا سہارا لینا فی زمانہ فطرت کی آواز ہے، بصورت دیگر حالات کا مقابلہ نہایت مشکل ہے اور مستقبل حد درجہ تاریک اور غیر یقینی کیفیت سے دوچار نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو عقل سلیم اور فہم صحیح عطا فرمائے۔ آمین

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح:۱/۳٦۸،اشعۃ اللمعات:۱/۲۱۰

کتابیات

	کتاب	اسماء مصنفین	سن وفات
۱	قرآن		
۲	تفسیر ماجدی	مولانا عبدالماجد دریابادی	
۳	تفسیر قرطبی	ابوعبداللہ قرطبی	
۴	تفسیر بیان القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	
۵	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب	
۶	تفسیر روح المعانی	علامہ محمود آلوسی	
۷	تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی	
۸	فتح الباری	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	
۹	بخاری شریف	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	
۱۰	مسلم شریف	مسلم بن حجاج	
۱۱	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن ابی بکر	(۸۰۷ھ)
۱۲	اشعۃ اللمعات	عبدالحق بن سیف الدین دہلوی	
۱۳	ترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	
۱۴	قرآن اور ماحولیات		
۱۵	ابن ماجہ	محمد بن یزید الربعی ابن ماجہ	

۱۶	غیاثیہ	شیخ داؤد بن یوسف	
۱۷	ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	
۱۸	مشکوٰۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب بعدادی	
۱۹	سنت نبوی اور جدید سائنس	ڈاکٹر طارق محمود چغتائی	
۲۰	بذل المجہود	خلیل احمد سہارنپوری	
۲۱	شرح السنۃ	علامہ بغوی	
۲۲	مسند احمد	احمد بن محمد بن حنبل	
۲۳	مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	
۲۴	مصنف ابن ابی شیبہ	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	
۲۵	مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس	
۲۶	سہ روزہ دعوت دہلی		
۲۷	روزنامہ منصف حیدرآباد		

☆ ☆ ☆ ☆